

جاسوسی دنیا نمبر 22

خون کا دریا

(مکمل ناول)

کچھڑ میں پھول

بچلے پھر کی نکری ہوتی چاندنی جگل کے سربز سینے پر محیط تھی۔ چاروں طرف ایک لامٹاہی سکوت پھیلا ہوا تھا۔ ہولے ہولے چلنے والی خلک ہوا اسکی لگ رہی تھی جیسے سوئے ہوئے جگل کی خواب آور اور بوجمل سائنسیں۔ دفعتاً تار جام والی سڑک پر کسی کار کی ہیئت لا یعنیں کی روشنی دکھائی دی اور پھر ننانے میں انہیں کی ہلکی آواز انتشار پھیلانے لگی۔ اسپکنڈ فریدی کی خوبصورت کیڈی لاک سڑک کے سپاٹ سینے پر پھسلتی چلی چارہ تھی۔ وہ اس وقت تار جام سے واپس آ رہا تھا۔ سرجنت حید اس کے برابر بیٹھا جبکوئے کھارہا تھا۔ اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ گوشت کا ایک لو تھڑا ہوا اور جس کا ایک ہلکی سی جنبش پر بھی بل جانا تھا۔ ایک آدھ بار تو اس کا سر اسٹرینگ سے بھی ٹکرایا تھا۔ فریدی اسے بار بار سنجنال لیتا تھا۔

حید نئے میں تھا۔ اسے نبڑی طرح پلا دی گئی تھی۔ اگر فریدی نے موقع پر برقت بخیج کر مداخلت نہ کی ہوتی تو شاید وہ اسے پلاتے پلاتے مارتی ڈالتے۔ فریدی نے اسے ایک اہم کام کے سلسلے میں تار جام بھیجا تھا۔ وہاں چند پولیس اسپکنڈوں نے تفریحات میں چھانس لیا۔ حید عادنا شرابی نہیں تھا لیکن انہوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ اسے مجبور اپنی ہی پڑی۔ شروع میں اس نے سوچا تھا کہ وہ ایک آدھ پیگ سے زیادہ نہ پئے کا مگر وہ پھر ایک لٹاڑی کی طرح ڈوہتا ہی چلا گیا۔ اگر فریدی وہاں نہ بخیج گیا ہوتا تو معلوم نہیں وہ لوگ مذاق ہی مذاق میں اس کی کیا درگست

بنا دیتے۔ اس کا وہاں اس طرح پہنچ جانا تھا اتفاق ہی پر جنمی نہ تھا۔ نہ اس معاملے کے متعلق کوئی دوسرا خامس بات یاد آتی اور نہ وہ وہاں پہنچتا، بہر حال وہ کسی طرح حمید کو انخلا لایا۔ پہلے اس نے اسے پہنچلی سیٹ پر ڈال دیا۔ لیکن حمید نئے کی حالت میں اول فول بکتا ہوا چل کر اس کے قریب آبیٹھا۔

اور جب کینڈی کے انہیں سے بلکل بلکل آواز نکلنے لگی تو فتح فریدی نے اسے کچھ راستے پر موز لیا۔ یہ علاقہ اس کا اچھی طرح دیکھا بھلا ہوا تھا۔ اسے یاد آگیا کہ قریب ہی ایک تالاب ہے جہاں سے وہ موڑ کے لئے پانی لے سکے گا۔

کار رک گئی اور حمید ایک جھیکھے کے ساتھ فریدی پر آ رہا۔
”یہ ہیں ہیں۔“ وہ اس کی گردن سے لپٹا ہوا منسلیا۔

”میری جان۔“

”اوھر ہنو...!“ فریدی نے اسے دھکا دیا۔

”میں تمہارے لئے سونے کا تاج... محل... بناؤں گا۔“ حمید فریدی کے اوپر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ ”مگر میری جان... پہلے تم مر کر... بھی تو دکھاؤ۔“

”چپ رہو۔“ فریدی نے اس کی گردن دبوچ کر کہا۔

”مڑو۔“ حمید نے کھکھایا کر کہا۔ ”میرا باپ بھی میتم تھا... اور میں بھی لا دارث ہوں۔“

پھر اس نے اس طرح منہ بنا لیا جیسے دھمازیں مار مار کر رونے لگے گا۔

”دیکھو... سور... اب اگر تم نے بکواس کی تو۔“

”ہمیں ڈانتھی ہیں... آں!“

”آبے میں عورت ہوں۔“ فریدی نے جیجی کر پوچھا اور حمید کی ٹاک دبادی۔

”نہیں تم دیوی ہو۔“ حمید نے پھکیاں لیتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہیں پوچھتا ہوں۔ تم فرشتوں سے... زیادہ بخوبی... اور تکوپڑہ کی طرح حاتم طائی ہو۔“

فریدی نے پھر اس کی پینچھے پر ایک دھول جودی اور پڑوں کے خالی ٹمن لے کر نشیب میں اترنے لگا۔

تالاب کے مرتعش سینے پر چاند کی کرنیں پھل رہی تھیں۔ فریدی چلتے چلتے رک گیا۔ اسے

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دودھیا چاندنی اس کی نند اسی آنکھوں کی رہا سے روح کی گہرائیوں میں اتری چلی جا رہی ہو۔ نیند کے مارے دماغ کا نانا جنگل کے سکوت سے ہم آہنگ سا ہوتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ ایک عجیب سی مدد ہوئی اس کے ذہن پر مسلط ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے پڑول کے دونوں ٹھنڈن پر رکھ دیئے اور ایک بڑے سے پتھر پر بینچے کر سگار سلانے لگا۔

نیند کی حالت میں بعض اوقات بڑے بڑے عجیب خیالات ذہن کے ڈھنکے چھپے گوشوں سے شعور میں ریکھ آتے ہیں۔ فریدی کا اوپنگتا ہو ادمانگ بھی کچھ بے شکے خیالات کی آماج گاہ بن گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ جس پتھر پر بینچا ہوا ہے وہ ایک زوردار دھماکے کے ساتھ پھٹ بھی سکتا ہے۔ اس خیال بے پلٹی ہوتی کچھ یادیں بھی شعور کی سطح پر ابھر آئیں۔ ان میں ایک گدے دار کری بھی تھی جس کے گدے میں ایک نامم بم چھپا دیا گیا تھا اور جس نے ایک آدمی کے پر فتحی اڑا دیئے تھے۔ اسے دو اکی وہ بوگل یاد آئی جس میں کسی نے پھٹ جانے والا آتش کیر مادہ بھر دیا تھا ایک ایسی روپی کی گزی یاد آئی جس میں ایک مہلک دو ابھری ہوتی تھی اور جس نے ایک پورے خاندان کا صفائیا کر دیا تھا۔ اس کا ذہن بھلک ہتی رہا تھا کہ اسے پر پہنچن کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ جھلا کر کھڑا ہو گیا۔ سچ نجیح حمید پر آج بڑا تاؤ آیا تھا۔ پتھر یہ معلوم ہونے پر کہ وہ ایک پتھر میں پھنس کر اپنی یہ حالت بنا بینچا تھا۔ اس کا غصہ تو رفع ہو گیا تھا لیکن ابھی قدرے جھلاہٹ باقی تھی۔ جواب پتھر آہستہ آہستہ غصہ میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔

وہ پڑول کے ٹھنڈن ویں چھوڑ کر پتھر کار کی طرف لوٹ گیا۔ حمید بے تھاش ہارن بجا تا جا رہا تھا۔

”اُرے کم بخت کیا اب بیٹھی کا بھی صفائیا کر دے گا۔“ فریدی اسے جنمجنھوڑ کر بولا۔

”اُرے تم آگئیں.... میری جان.... یہ اونٹ چلتا کیوں نہیں۔“ حمید نے پچھوں کی طرح نجھک کر کہا۔

فریدی نے اسے اگلی نشست سے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔

”بہت تھوڑی ہو مری جان۔“ حمید بڑا بولایا۔

”لیکن میں اپنے باپ کی دم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ.... تمہارے لئے ہا تھی دانت کا تاج محل ضرور بناؤں گا۔“

فریدی تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے حمید کی ٹائی کھوں کر اس کے ہاتھ باندھ دیئے

اور اپنی نائی سے بھر۔

"اے.... اے!" حمید رہا نہ ہو کر بولا۔ "یہ اچھی محبت باندھتی ہیں.... آں۔"

"شٹ اپ....!" فریدی نے کہا اور حمید با قاعدہ پھوٹ پھوٹ کر روئے لگا۔

فریدی نے چالا کہ اس کا گلاد بادے۔

وہ اسے چینتا چلا تا اور بڑھاتا چھوڑ کر پھر تالاب کی طرف اتر گیا۔ پڑول کے خالی شمن اخھائے اور انہیں پانی سے بھرنے لگا۔

دو توں شمن کا پانی موڑ میں ڈال کر پھر تالاب کی طرف بڑھا۔

اسے آج کے منہوس دن پر بھی غصہ آ رہا تھا۔ حمید کی اس حماقت کی بنا پر وہ غصے میں رات کا کھانا بھی بھول گیا تھا۔ تقریباً نوبجے وہ تار جام پہنچا تھا اور پھر حمید کو ڈھونڈتا ہوا اس ہوٹل کی طرف جانکلا تھا جہاں وہ اس کے دوست رنگ رویاں منار ہے تھے۔ پھر وہ حمید کو کار پر لاد کر فور آئی وہاں سے چل پڑا تھا۔

اس نے بھرے ہوئے شمن زمین پر رکھ دیئے اور سیدھا کھڑا ہو کر سگار سلاکنے لگا۔ نہ جانے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر اور مٹھرے۔ اس نیند کے باوجود بھی وہ وہاں مٹھرنا چاہتا تھا جو فرمت کے لمحات میں اسے سب سے زیادہ عزیز ہوا کرتی تھی۔ اس کی نظریں تالاب کی چمکدار سطح سے چلتی ہوئی افق میں جاؤ دیں۔ جہاں دو سیاہ ٹکرے ابھر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد چونک کہ اس نے شمن اخھائے اور چلنے کیلئے مژاہی تھا کہ چند قدم کے فاصلے پر داہمی طرف کی جہاڑیوں میں سر را بہت سنائی دی۔ اگر ساتھ ہی اسے ایک سایہ بھی نہ دکھائی دیا ہوتا تو شاید وہ اسے کوئی اہمیت دیئے بغیر آگے بڑھ جاتا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے شمن پھرتی سے زمین پر رکھ دیئے اور اچل کر ایک پتھر کی اوٹ میں ہو گیا۔ ہر وہ جرامگم پیشہ جس کا اس سے سابقہ پڑچکا تھا۔ اس کا دشمن تھا لہذا ایسے موقع پر اس کا ہوشیار ہو کر احتیاطی مذایہ اختیار کرنا غیر ضروری نہیں تھا۔ وہ کتنی سیندھ تک پتھر کی اوٹ سے جھانکتا رہا۔ لیکن پتھر کوئی دکھائی نہ دیا۔

البتہ جہاڑیاں مل رہی تھیں۔ وہ عجیب کش کمکش میں جلا ہو گیا تھا۔ دوسرا قدم اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کا نیند کے بوجھ سے دبا ہوا ذہن پہلے کی نسبت کچھ صاف ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی جسم پر کسل مندی طاری تھی۔ بہر حال یہ غلامت بھی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ خائنف نہیں

ہوں ورنہ خوف کی حالت میں تو جسم میں غیر معمولی طور پر پھرتی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ذہن کی دسترس سے نکل کر اضطراری افعال کا شکار ہونے لگتا تھا۔

دفعتاً سے حید کا خیال آیا ہے وہ باندھ کر نشے کی حالت میں چھوڑ آیا تھا۔ اگر واقعی دشمن گھات میں تھا تو حید کے لئے بھی وہ اتنا ہی مہلک ثابت ہو سکتا تھا جتنا کہ خود اس کے لئے۔

وہ پھر کی اوث سے نکل کر آہستہ رینگتا ہوا اوپر کی طرف بڑھنے لگا۔ پورے ڈھلان میں بھی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے حرکت کرنے سے جھاڑیاں مل رہی ہیں لیکن وہ اس وقت اور زیادہ احتیاط برست کر حید کی جان خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ اس دوران میں اس نے سوچا کہ ممکن ہے وہ کوئی جانور رہا ہو۔ لیکن اسے اپنی آنکھوں پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ سایہ کسی آدمی کا ہی دکھائی دیا تھا۔ جھاڑیوں سے نکل کر وہ تیزی سے کار کے قریب آیا۔ حید پھر سیٹ پر لینا گہری گہری سائنسیں لے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پر بدستور بندھے ہوئے تھے البتہ لباس کی بے قاعدگی سے معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے سوچنے سے قبل بھی ہاتھ پر کھولنے کی جدوجہد کی ہے۔

فریدی پر خیال انداز میں اس ڈھلان کی طرف دیکھنے لگا جدھر سے یہاں تک پہنچا تھا۔

دفعتاً سے ایک جیخ سنائی دی۔ کسی عورت کی جیخ جو تالاب کی طرف سے آئی تھی۔ پھر دوسری جیخ سنائی دی اور ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی پانی پر ہاتھ پر مار رہا ہو۔

فریدی تیزی سے ڈھلان کی طرف اترنے لگا۔ اس وقت اس کے دل سے کسی حرم کی سازش کا خیال قطعی نکل گیا تھا۔ جیخ پھر سنائی دی اور تالاب کی سطح پر دو ہاتھ نظر آئے، جو بے بھی کے عالم میں اوھر اوھر جھوول رہے تھے۔ فریدی نے کوٹ اتار کر الگ پھینکا اور جوتے پہننے ہی تالاب میں چھلانگ لگادی۔

ذوبنے والے نے اس کی گردان اپنے بازوؤں میں جکڑی۔ فریدی نے کوئی مراحت نہ کی کیونکہ اس نے پہلے ہی اندازہ لگایا تھا کہ تالاب مکی گہرائی زیادہ نہیں اور جب وہ ڈولنے والے کی سمت سیدھا کھڑا ہوا تو پانی اس کی گردان تک تھا۔ وہ آہستہ آہستہ باہر آیا۔

کوئی عورت اس کی گردان سے نبڑی طرح چھپی ہوئی تھی اور اسی حالت میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ فریدی نے بدقت تمام اسے اپنے جسم سے الگ کر کے زمین پر لٹا دیا۔ اس کے کپڑے کچھز

سے لت پت ہو گئے تھے۔ فریدی نے سب سے پہلے اس کے پیٹ میں پانی نکالنے کی تدبیریں اختیار کیں۔ پھر سگار جلا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

یہ کوئی غیر ملکی عورت معلوم ہوتی تھی۔ اس کی رنگت انگریز یا فرانسیسی عورتوں کی طرح صاف نہیں تھی۔ گورے رنگ میں کچھ کچھ سنہرہ اپن ساتھ۔ بالوں کی رنگت کے متعلق اندازہ لگانا دشوار تھا۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اخروٹ بصیری رنگت کے رہے ہوں۔ اس نے ایک ریشمی اسکرٹ پہن رکھا تھا۔ وہ کپڑے میں آلوہہ ہونے کی بنا پر اس کے جسم سے چپک کر رہا گیا تھا۔ فریدی نے اندازہ لگایا کہ وہ لڑکی اب خطرے میں نہیں ہے لہذا وہ اسے دیں چھوڑ کر ان جہاڑیوں کی طرف متوجہ ہو گیا جن میں اسے سایہ دکھائی دیا تھا۔ یہ جہاڑیاں موٹے موٹے ٹکھوں کی شکل میں کھڑی ہوئی تھیں۔ فریدی کو اس حتم کی وہ جہاڑیاں یاد آگئیں تھیں جو اس نے اکثر دلداری خطوں میں دیکھی تھیں۔ اس کا خیال بالکل صحیح تھا۔ یہاں بھی دلدل ہی تھا اور اس کا سلسلہ برادرست تالاب سے جاملا تھا۔ یہاں سے اسے وہ کچھ سڑک صاف دکھائی دے رہی تھی جہاں اس نے اپنی کار کھڑی کر رکھی تھی۔ دلدل میں ایسے کچھ نشانات تھے۔

فریدی نے پھر مز کر اس کی طرف دیکھا جوا بھی تک بے ہوش پڑی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا رہ۔ کچھ سوچتا رہا پھر لڑکی کو اٹھا کر کار تک لاایا اور اسے اگلی نشت پر ڈال کر دوبارہ تالاب کی طرف لوٹ گیا۔

کار میں پانی ڈال دینے کے بعد اس نے نارچ نکالی اور اپنی کار کے آگے کی زمین پر دیکھنے لگا۔ کسی دوسرا کار کے پہیوں کے تازہ نشانات پر نارچ کی روشنی دائرہ بناتی تھی۔ فریدی پر اطمینان انداز میں سر ہلا کر چیچپے کی طرف لوٹ پڑا۔ اب وہ اس جگہ کھڑا تھا جہاں سے دلدل کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ وہ تھوڑی دور تک کچھ دیکھتا رہا اور پھر کار کی طرف لوٹ آیا۔ حید کے ہاتھ پر کھول کر اسے پھر اگلی نشت پر لے آیا۔

اور بے ہوش لڑکی کو چھپلی سیٹ پر لانا دیا۔

”ہام..... فیک.....!“ حید نے بڑا کر فریدی کا منہ چوم لیا۔

فریدی نے اس کے سر پر ایک ہاتھ رسید کر کے کار اشارت کر دی۔

اسے قدرت کی ستم ظریفی پر بھی آرہی تھی۔

نہ جانے وہ کون تھی، کہاں کی تھی اور اس گندے تالاب میں کن حالات کے تحت پہنچی اور یہ بھی عجیب اتفاق تھا۔ اگر کار کا پانی کم نہ ہوتا تو تالاب کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آتا اور وہ ڈوب کر مر جاتی۔

وہ سوچنے لگا.... ممکن ہے خود کشی کی نیت رہی ہو۔ لیکن آخر خود کشی کے لئے اس نے گندے تالاب کو کیوں منتخب کیا۔ دھنٹا اس کا خیال پھر دل دلی خلٹے اور اس کے نشانات کی طرف منتھل ہو گیا۔ اگر خود کشی ہی کرنی تھی تو وہ سب سے پہلے دل دل میں کیوں کو دی۔ بر اور است تالاب ہی سک کیوں نہیں چلی گئی۔ دل دل کے نشانات سے ظاہر ہوا تھا کہ وہ پہلے دل دل میں گری اور پھر ریختی ہوئی تالاب میں جا پڑی اور پھر اس دوسری کار کے نشانات.... تو کیا کسی نے اس کار سے نیچے پھینک دیا۔ فریدی راستے پھر اس سُجھی میں الجھا رہا۔

حید بھی کھار چوک کراول فول بننے لگا تھا۔

دوسری سچ حید کے لئے بڑی تحریر خیز تھی۔ آنکھ مکھتے ہی اس کا ضمیر اسے ملامت کرنے لگا تھا۔ یہ بات تو اسے یاد ہی نہیں رہی تھی کہ وہ گھر تک پہنچا کس طرح تھا۔ البتہ پہلے کے واقعات اس کے ذہن پر ابھرے آرہے تھے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ فریدی کا سامنا کس طرح کرے گا۔

وہ اٹھ کر برآمدے میں آیا۔ ٹھل خانے کی طرف بڑھ رہی رہا تھا کہ اسے فریدی کی آواز سنائی دی، جو کسی نوکر کو سمجھاتا ہوا ادھر آرہا تھا۔

حید بے اختیار اوپری منزل کے زینتوں پر چڑھتا چلا گیا۔ ایک کمرے کے قریب سے گزرتے وقت اس نے مژ کر پہنچے کی طرف دیکھا اور اپاٹک نٹک گیا۔ اس کی نظریں کھڑکی سے گمرا کر اس جگہ پہنچیں جہاں ایک خوبصورت لڑکی بیکے میلے رنگ کے لبادے میں لپٹی ہوئی سوری تھی۔ وہ بے اختیار بیجوں کے بل چلا ہوا کھڑکی کے قریب آیا اور چند لمحوں تک اس سوئی ہوئی لڑکی کو دیکھا رہا۔ اس کے ہوتتوں پر بہکی ہی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے مژ کر پہنچے کی طرف دیکھا۔ اب وہ بڑے اطمینان سے زینے طے کرتا ہوا اتر رہا تھا۔ اس نے محوس کیا کہ فریدی اس کے کمرے کے سامنے کھڑا ہے لیکن وہ مخاطب ہوئے بغیر ٹھل خانے کی طرف جانے لگا۔

"ٹھہریے نواب صاحب۔" فریدی نے آواز دی۔

حیدر کر کر ڈر لائی انداز میں اس کی طرف مڑ۔
”فرمائیے۔“

”فرمائیے کے بچے! تمہاری رات کی حرکت۔“

”اوہو....!“ حیدر اس کی بات کاٹ کر بولا۔

”بھلا عورت اور شراب میں فرق کیا ہے۔“

”اب یہ بے حیائی.... شرم نہیں آتی۔“ فریدی نے کہا۔ ”کل رات تم ایک مرے ہوئے کتنے کی طرح اوک رہے تھے۔“

”شرم تو مجھے ابھی کچھ دیر قبل آئی تھی۔“ حیدر نے منہ بنا کر کہا۔

”میں اوپر سے آ رہا ہوں۔“

”اچھا تو اسی لئے تم اس سینہ زوری پر آمادہ نظر آ رہے ہو۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”تحمیں غلط فہمی ہوتی ہے۔“

”اگر ہاں.... میں ابھی تک غلط فہمی میں بجا تھا۔“ حیدر مسکرا کر بولا۔

”مگر ہے زور آور۔“

”بکومت....!“ فریدی نے بے زاری سے کہا۔ ”تم نہیں جانتے کہ وہ کن حالات میں یہاں

مک پہنچتا ہے۔“

”بھلا میں کیا جاؤں گا۔“ حیدر بے حیائی کی بُھی بستا ہوا آنکھ مار کر بولا۔

ابھی آپ مجھے ایک درد بھری کہانی سنائے کر فرمائیں گے کہ اگر میں اسے یہاں نہ آتا تو کیا کرتا۔

”پھر بکواس۔“

”لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی جانتا ہوں۔“ حیدر اس کی بات سنی ان سنی کر کے بولا۔ ”کہ وہ جس ملک سے تعلق رکھتی ہے دہاں نہ تو یقین پالے جاتے ہیں اور نہ یہاں ائم۔“

”میں کہتا ہوں کہ تم نے شراب کیوں پی تھی۔“ فریدی بگز کر بولا۔

”میں کہتا ہوں آپ اس گھر میں ایک جوان عورت کو کیوں لائے جہاں مجھے جیسا نیک اور

شریف بچہ رہتا ہو۔“

”میں چانسیاروں گا۔“

"حق بات کہنے پر لذ و نہیں ملا کرتے۔" حمید نے اسی کے بعد میں نقل اتاری۔ فریدی نے جلا کر حمید کی گردن پکڑ لی اور حمید اس طرح شور چانے لگا جیسے وہ حق مجھے اس کی گردن دبارہ ہو۔



"تو پہ کرو کہ اب کبھی اتنی نہیں پہنچ گے۔" فریدی نے کہا۔
 "تاونہ دلائیے مجھے۔" حمید ہانپتا ہوا بولا۔ "آپکی اس محبوبہ پر اس سے کچھ رعب نہیں پڑے گا۔"
 "پھر وہی.... میں کہتا ہوں آخر۔"
 "آخر.... واخ سے کام نہیں چلے گا۔ آپ کو بتانا پڑے گا وہ کون ہے۔"
 "میں خود نہیں جانتا۔"

"بہت اچھے.... بہت اچھے۔" حمید نے قہقہہ لگایا۔

"وہ کھو گدھے میں تمہارا سر تو زدؤں گا۔" فریدی نے جلا کر کہا۔

"میرے ٹوٹے ہوئے سر سے بھی یہی صدا آئے گی۔"

"اچھا آؤ.... میرے ساتھ۔" فریدی نے کہا۔

"مگر نہیں رو.....!"

وہ اسے برآمدے میں چھوڑ کر ایک کمرے میں چلا گیا۔ پھر داپسی پر حمید نے اس کے ہاتھ میں چڑھے کا ایک کوڑا دیکھا۔

"اگر وہ میرے لئے قطعی اجنبی نہیں۔" فریدی نے کوڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تو میں تمہاری کھال اتنا دوں گا۔"

"کسی حرم کی شرط لگانا قریباً ناجائز ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"چلو....!" فریدی اس کی گردن دبوچ کر اسے زینوں پر چڑھانے لگا۔

کمرے کے درونے کے قریب پہنچ کر وہ کٹے لڑکی بیدار ہو چکی تھی۔ جیسے ہی فریدی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہو گئے۔ پہلے تو وہ ٹکٹکی لگائے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ پھر جیسے ہی اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے کوڑے پر نظر پڑی۔ وہ بے اختیار جن مار کر مسہری پر گر پڑی۔

"مارڈا لو... مجھے مارڈا لو۔ وہ اپنا منہ چھپا کر انگلش میں بڑا نہیں گئی۔"

"روز روز کی اذیت سے موت بہتر ہے۔"

پھر وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں دو موٹے موٹے قطرے تیر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بے اختیار روپڑی اور فریدی و حمید تھیر ان انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"تم لوگ مجھے بالکل پاگل بنا دے گے۔" وہ چکیاں لے لے کر بولی۔

"مجھے کالے کوسوں لے آئے۔ پھر میری وہ حالت بنائی کہ میں اب خود کو پہچان بھی نہیں سکتی اور اب مجھ سے کہتے ہو۔ میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ مگر مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"لڑکی اب تم محفوظ ہاتھوں میں ہو۔" فریدی نے زم لجھ میں کہا۔

"تم دونوں پاگل ہو یا پھر میں ہی پاگل ہو گئی ہوں اور مجھے کسی پاگل خانے میں چند پاگلوں کے ساتھ بند کر دیا گیا ہے۔"

"یہ پاگل خانہ نہیں۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"بھائی کا دولت خانہ ہے۔" حمید دانت پر دانت جما کر بولا۔

فریدی نے گھور کر اسے دیکھا اور پھر اس اجنبی لڑکی کی طرف مخاطب ہو گیا۔

"کل رات ہم تمہیں ایک تالاب سے نکال کر لائے ہیں۔" فریدی نے اس سے زم لجھ میں کہا۔

"تالاب سے۔" اس نے کہا اور پر خیال انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے سب کچھ یاد ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم نے پھر کسی طرح مجھے کپڑا لایا ہے اور اب میرا امتحان لے رہے ہو۔ میرے منہ سے ایک لفظ بھی تم لوگوں کے خلاف لکھا تو تم بے دردی سے مجھ پر کوڑے بر سانا شروع کر دو گے۔"

"یقیناً تم کسی غلط فہمی کا مشکلہ ہو۔" فریدی نے کہا۔

"میں نے تم دونوں کو ان میں کبھی نہیں دیکھا..... لیکن.....! "

"کن میں....!" فریدی بات کاٹ کر بولا۔

"میں عاجز آگئی ہوں، عجک آگئی ہوں۔" لڑکی نے کہا۔

اور فریدی نے محسوس کیا، جیسے یک بیک اس کی خونلی پیاس بوجہ گئی ہو۔

"تو انھاؤ کوڑا۔"

"کہیں یہ پاگل تو نہیں۔" حمید نے آہستہ سے اردو میں کہا۔

"پچھے نہیں۔" فریدی نے کہا اور یک بیک اس کے لجھ کی نزدی عاتب ہو گئی۔

اس نے لڑکی کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم خود کشی کی نیت سے بے تاب ہو کر تالاب میں کوڈی تھیں۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"سنواڑ کی! تم اس وقت ایک پولیس آفیسر سے باتیں کر رہی ہو۔"

وہ بے اختیار نہ پڑی۔ لیکن اس پہنچی کا ذرا ہر طالا پن کسی طرح چھپ نہ سکا۔

فریدی اسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔

"تم لوگ کیا کیا نہیں بنے۔" اس نے مصلح آواز میں کہا۔

"تم اس سے پہلے بھی پولیس آفیسر بن کر میری نگلی پینچھے پر کوڑے بر سا چکے ہو۔"

"کیوں سرکار یہ کیا کہہ رہی ہے۔" حمید ٹھری یہ لجھ میں بولا۔ "کیا آپ کی کچلی ہوئی جنیت

نے تسلیم کی کوئی نئی راہ نکالی ہے؟"

"کیوں فضول بک رہے ہو۔" فریدی نے منہ بنا کر کہا اور کوڑا ایک طرف ڈال دیا پھر لڑکی

سے بولا۔

"تم نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔ مگر ختمہ و..... ناشتہ نہیں آجائے گا۔"

فریدی نے حمید کو نیچے چلنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اس کے ساتھ ساتھ زینوں کی طرف

بڑھنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ کسی چکر میں پھنسی ہوئی تھی۔" فریدی بولا۔ "اور کسی طرح وہاں سے
بھاگنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

"مجھے اس قسم کے معمولی کام سے کوئی دلچسپی نہیں اور پھر ابھی تک مجھے آپ کی ہاتوں پر

یقین نہیں آیا ہے۔"

”کن باتوں پر۔“

”تیکی کہ وہ آپ کے لئے قطعی اجنبی ہے۔“

”کیا تم نے اس کی باتیں نہیں سنیں۔“

”کان چھاڑ کر سکتی ہیں اور اب اس بات پر عش عش کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں کہ آپ نے اسے بڑی عمدہ ترینگ دی ہے۔“

”پھر بکواس شروع کر دی۔“

”نہیں جتاب مجھے کیا مطلب! بہر حال میں بھی اب قطعی آزاد ہوں۔“

”یعنی....؟“

”اب یہاں میری دوست بھی آیا کریں گی۔“

”ابے تو کیا وہ میری محبوب ہے۔“ فریدی جھلا کر بولا۔

”نہیں صاحب وہ آپ کی پیر در مرشد ہے اور آپ قولی کرنے کیلئے اسے یہاں لائے ہیں۔“

”حید بکواس بند کرو۔“

”فریدی صاحب مجھے حق کی بات کہنے دیجئے۔“

”جہنم میں جاؤ۔“ فریدی نے جھلا کر کہا اور باور پی خانہ کی طرف مزگیا۔

حید چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ پھر تیزی سے اوپری منزل پر جانے کے لئے مزگیا۔

وہ بے دھڑک اس کرے میں داخل ہو گیا جہاں وہ لڑکی دو توں ہاتھوں سے منہ چھپائے بیٹھی۔ حید اس کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔

”تم بہت حسین ہو۔“

لڑکی سراخا کر حید کو گھومنے لگی، پھر تیز آواز میں بوی۔

”کیا تمہیں آر تھر کا انجام یاد نہیں؟“

”کون آر تھر...؟“

”وہی جس نے مجھ سے عشق جانتے کی کوشش کی تھی اور تمہارے چیف نے ایک ہی گھونے میں اس کے سر کی ہڈیاں چور کر دی تھیں۔“

”تم میرے چیف کو کب سے جانتی ہو۔“

"سنون میں قضوں بکواس میں نہیں پڑتا چاہتی۔" اس نے منہ سکوڑ کر کھلای۔

"اب میں اس طرح رہوں گی جس طرح رہنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ یہاں سے نکل جاؤ اور اپنے اس بلڈاگ کو میرے پاس بیٹھ جو دو۔"

"بلڈاگ.....!" حمید نے تجیر آمیز انداز میں دہر لیا۔

"ہاں ہاں بلڈاگ.....!" لڑکی چیخ کر بولی۔

"اب میں اس سے ذرہ برابر بھی خائنف نہیں ہوں۔ میں اس پر بھی حکومت کروں گی۔ میں پاگلوں کے ساتھ پاگل ہی بن جاؤں گی۔ مجھے یہ کرہ پند ہے۔ میں نہیں رہوں گی۔ میرا سارا سامان آرائش برابر کے کمرے میں سے لے آؤ۔ جلدی کرو۔"

"میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔" حمید گزر کر بولا۔

"غلام کے بچے تو کیا ہے، میں اب تمہارے بلڈاگ کو بھی غلام سمجھوں گی، جاتا ہے یا انحصاروں کوڑا۔"

"شٹ اپ.....!" حمید طلق کے بل چینا۔ وہ غصہ سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ وہ اتنی شدید توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب فریدی یہ نہیں چاہتا کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔ تقریباً دو سال سے دونوں ایک ساتھ ہی رہ رہے تھے۔ پہلے حمید الگ رہتا تھا لیکن فریدی اس سے بے تکلف ہو جانے کے بعد اس کا سامان بھی اپنی ہی کوٹھی میں انھوں لایا تھا۔ اتنے دونوں تک وہ دونوں افسر اور ماتحت کی بجائے بھائیوں کی طرح ایک ساتھ رہے آئے تھے اور اب حمید سوچ رہا تھا کہ فریدی نے اسے گھر سے نکال دینے کے لئے یہ جاں بچھایا تھا۔ لیکن اسے اس سے زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑے گی، وہ ابھی اور اسی وقت فریدی کا گھر چھوڑ دے گا۔

حمد کچھ سنے بغیر تجیزی سے کمرے سے نکل گیا۔

نئے فریدی نوکروں کو ناشتے کے لئے کچھ ہدایت دے رہا تھا۔

حمد اس سے مخاطب ہوئے بغیر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

"ابھی اور اسی وقت" وہ ایک کرسی پر گرتا ہوا بیڑ دیا۔ لیکن پھر اچانک ایک دوسرا خیال اس کے ذہن میں پیدا ہوا کہ وہ اپنا سامان لے کر جائے گا کہاں۔ جگہ مل جائے گی؟ مکان آج کل کہاں ملتے ہیں۔ خیر کچھ بھی ہو وہ سوچنے لگا۔ سامان نہیں پڑا رہنے دیا جائے۔

لیکن وہ خود اب اس تھمت کے نیچے نہیں رہ سکے گا۔ وہ سوچتا رہا۔ پھر دھڑا اٹھا۔۔۔ جانے سے پہلے فریدی سے دو باتیں کرنی چاہتا تھا۔ وہ باہر نکلا۔ فریدی اس کے کمرے ہی کی طرف آ رہا تھا۔ حمید رک کر اس کی طرف گھورنے لگا۔

”خیریت....!“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”جی ہاں....!“ حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”ایک نہیں دو.... ذھانی تین۔۔۔ ساڑھے تین۔۔۔!“

”کیا میں نے کبھی یہ خواہش کی تھی کہ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔“

فریدی پہلے تو سکریا لیکن حمید کے تیور دیکھ کر اسے تمیر آئیز نظر وہ سے گھورنے لگا۔

”کیوں؟ یہ بات پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔“

”آپ نے تھاں کیوں اتنی دردسری مول لی ہے۔“ حمید نے سرد بیجھے میں کہا۔ ”میرے لئے صرف یہ کہہ دینا کافی ہوتا کہ اب اپنا کہیں اور انظام کرو۔“

”اچھا ہی....!“ فریدی فس کر بولا۔ ”کیا پھر چڑھائی ہے تم نے۔“

”میں اس وقت قطعی سمجھدے ہوں۔“ حمید نے کہا۔ ”میں آپ کو بہت صاف گو سمجھتا ہوں۔

میں یہ نہیں جانتا تھا کہ آپ میں اخلاقی جرأت کی کمی ہے۔“

”آخر کیا بک رہے ہو۔“

”میں نہیں جانتا تھا کہ آپ میری ایک ذلیل عورت سے توہین کرائیں گے۔“

”کیا مطلب....!“

”کچھ نہیں میں جارہا ہوں اور کوئی مناسب جگہ مل جانے پر اپنا سامان بھی لے جاؤں گا۔“

حمد جانے کے لئے مڑا لیکن فریدی اس کا راست روک کر کھڑا ہو گیا۔

”پاگل ہوئے ہو۔ آخر بات کیا ہے؟“ اس نے حمید کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”کس نے توہین کی ہے تمہاری۔“

”خدا را اب مجھے روکنے کی کوشش نہ کیجئے۔“

”مجیب آدمی ہو کچھ بتاؤ بھی تو؟“

”اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔“ وہ آگے بڑھنے کے لئے اسے ہٹانے لگا۔

”ابے حمید کے بیچے! تمہارا دماغ خشندہ کر دوں گا۔“

حمد کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ قبائل اسکے کہ وہ باہر نکلا فریدی نے اس کا ہاتھ کپڑا لایا۔

”شامت آئی ہے تمہاری! کون سور چاہتا ہے کہ تم یہاں تر رہو۔“

”مجھے بولنے پر مجبور نہ کہجئے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب افسری اور ماتحتی ہی کا رشتہ بخوبی

نجھ جائے۔“

”اور تم مجھے اس پر مجبور نہ کرو کہ تمہیں اس وقت کے لئے بند کر دوں جب تک کہ تمہارا دماغ خشندہ انا ہو جائے۔“

”اس واقع کے بعد میں رکی باتوں کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔“ حمید نے کہا۔

”کس واقع کے بعد۔“

حمد کوئی جواب دینے کی بجائے فریدی کو محور نے لگا رہا۔ اسے سو فصدی یقین ہو گیا تھا کہ فریدی اسے نکالنا چاہتا ہے۔ اسے لڑکی کا یہ جملہ کہ میں اب تمہیں غلام سمجھوں گی اس کے کافیوں میں اب بھی گونج رہا تھا۔ دھنلا اسے یاد آیا کہ اس نے فریدی جیسے کو بھی بلڈاگ جیسے خطاب سے نواز اتحا۔

”آپ خواہ تجوہ اپناؤقت ضائع کرو ہے ہیں۔“ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”اوپر جائے وہ اپنے بلڈاگ کو یاد کر رہی ہے۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طرح تمہارا دماغ بھی خراب ہو گیا ہے۔“

”نہیں.... اس کی طرح نہیں بلکہ ایک شریف آدمی کی طرح۔“ حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”محبوبائیں تو عموماً خرد ماغ ہوا کرتی ہیں۔“

”پھر وہی محبوبہ محبوبہ کی رست....!“ فریدی پر خیال انداز میں بولا۔

”اچھا آؤ میرے ساتھ.... شاید تمہیں میرے بیان پر یقین آجائے۔ میں اسے اقدام خود کشی کے جرم میں پولیس کے حوالے کر دیتا، مگر میں سمجھتا ہوں کہ حقیقتاً وہ اقدام خود کشی نہیں تھا۔“

فریدی اسے زبردستی گیراج میں لاایا اور کینڈی لاک کی چھپلی سیٹ کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”یہ دیکھو مجھے پاگل کتنے نہیں کا تھا کہ خواہ تجوہ سیٹ پر کچھ پھیلا کر اسے بریاں کر دیتا۔“

حید تذبذب میں پڑ گیا۔ واقعی پوری سیست ہی بر باد ہو کر رہ گئی تھی اور اس کے علاوہ کوئی اور چارہ باقی نہیں رہ گیا تھا کہ آنکل کا لاتھی ہی بدلتا جائے۔ ”پھر وہ آپ کو کس طرح پہچانتی ہے۔“ ”میرا خیال ہے کہ وہ مجھے قطعی نہیں پہچانتی۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن مجھے وہ بات تو بتاؤ جس پر تم مجھے چھوڑ رہے ہو۔“

حید کا مودہ ابھی تھک نہیں ہوا تھا اور ان باتوں کو دہراتے ہوئے اسے کچھ شرم سی محسوس ہونے لگی تھی۔

فریدی اسے تذبذب میں دیکھ کر بولا۔

”بتاؤ نا... یہ معاملہ مجھے سید حاساد حاصل معلوم نہیں ہوتا۔“ حید نے بے انتہا باتیں سن اور اپنی گفتگو ہر ادی۔

فریدی کے ماتحت پر سلوٹس آگئی تھیں۔

”کیا تم اسے پاگل سمجھتے ہو۔“ فریدی نے پر خیال انداز میں پوچھا۔ ”اگر آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ یقیناً پاگل ہے۔“

”کیوں...؟“

”اس کی بے عکی باتیں۔“

”وہ ایک ولپپ کیس ہے اور اس کے ذریعہ ہمیں مفید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔“

فریدی نے کہا۔

”میری طرف سے جائے وہ جہنم میں۔“

”قطعی قطعی...!“ فریدی سر ہلا کر بولا۔

”لیکن اب تم جانہیں رہے ہو۔“

”ابھی تھک میرا طمیتان نہیں ہوں۔“

”تم گدھے ہو! تمہیں شرم نہیں آتی۔ میرے تعلق ایسا سوچتے ہو۔ اب اگر تم نے اسی کبواس کی تoxid اکی تم پیٹھوں گا۔“

پھر فریدی اسے دھکیلا ہوا اندر لا لایا۔ یہاں وہ لڑکی نیچے اتر آئی تھی اور اس نے توکروں پر بر سار شروع کر دیا تھا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔



کافی شور و غل مچانے کے بعد اس نے فریدی سے پوچھا۔

”وہ سور کا پچھہ بلڈ آگ کہاں ہے؟ میرے کپڑے کہاں ہیں اور اب تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟“

”اب کیا خیال ہے۔“ فریدی نے حمید سے پوچھا۔

”پاگل.... قطعی پاگل۔“

”نبیس پیارے۔“ اس نے کہا اور پھر لڑکی کو مجا طب کر کے بولا۔

”کپڑوں کا انظام ہو جائے گا۔... تم اپنی ناپ بتاؤ۔“

”مجھے باہر لے چلو۔... باہر جاؤں گی۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔... لیکن اس طرح تم پھر انہیں لوگوں کے بھتھے چڑھ جاؤ گی۔“

فریدی نے کہا اور سگار لٹاگنے لگا۔

لڑکی اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ متذبذب نظر آنے لگی تھی۔

”خیر چھوڑو ناشتہ تیار ہے۔“ فریدی نے زم لجھ میں کہا۔ ”ملمن رہو۔... اب تم پولیس

کی حفاظت میں ہو۔“

وہ سب ڈرائیکٹ روم میں آئے۔ لڑکی خاموش ہو گئی تھی۔ ناشتہ کے دوران میں اکثر وہ

آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر ان دونوں کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔

ناشتہ ختم کرنے کے بعد فریدی نے پھر اس قسم کو چھیڑ۔ لڑکی کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا

تھا جیسے وہ فریدی کی باتوں پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

میں کسی بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مجھے خود اپنی بات پر یقین نہیں۔ شاید کسی

دن میں یہ بھی بھول جاؤں کہ میں کون ہوں۔“ اس نے کہا۔

”تمہیں یاد دلانے کی صرف ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے۔“ فریدی نے پر خیال انداز میں

کہا اور خاموش ہو گیا۔

لڑکی سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”وہ یہ کہ میں تمہیں اقدام خود کشی کے جرم میں پولیس کے حوالے کر دوں۔“ فریدی پھر بولا۔

”ارے نہیں نہیں۔“ حید ملتجانہ انداز میں بولا۔ جس کا مودا ب بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔ بدقت تمام فریدی نے اسے یقین دلایا کہ وہ پولیس آفیسر ہے۔ اس سلسلہ میں اسے اپنا شناختی کارڈ بھی دکھانا پڑا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ لڑکی کہہ رہی تھی۔ ”میا تم اس بات پیغام کر سکو گے کہ میں خود یہ اپنے لئے اپنی ہوں۔“

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”اب اگر میرے ماں باپ بھی دیکھیں تو نہ پہچان سکیں۔“

”تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟“

”ہمنگری میں۔“

”انہوں نے تمہیں حلاش کرنے کی کوشش تو کی ہو گی؟“

”شاہید.....!“ لڑکی نے گلوکر آواز میں کہا۔ ”انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو گا کہ میں کہاں ہوں۔“

”کیوں.....؟“

”مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ میں یہاں تک کیسے پہنچی۔“

”یہ کس طرح ممکن ہے۔“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ایک رات ایک ریستوران میں شومان کے ساتھ کھانا کھاری تھی اس کے بعد آنکھیں کھلنے پر میں نے محسوس کیا کہ میں اسی سر کے ایک کیسین میں پڑی ہوں۔ پھر میری آنکھ پا گل خانے میں کھلی۔“

”شومان کون تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میرا ایک دوست.....!“

”کوئی پرانا دوست رہا ہو گا۔“

”نہیں..... جماری دوستی کوئی ایک ماہ سے زیادہ پرانی نہیں تھی۔“

”تم وہاں کیا کرتی تھیں۔“

”خشے کے برخنوں کے کارخانے میں کام کرتی تھی۔“

”وہ شومان پھر کہیں دکھائی دیا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

"نہیں....!"

"اور بلڈاگ کون ہے؟"

"بلڈاگ....؟" لڑکی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بولی۔

"میں اس کا نام نہیں جانتی لیکن میں نے اتنا خوفناک اور طاقت ور آدمی آج تک نہیں دیکھا۔"

"پاگل خانے سے تمہاری کیا مرلا ہے۔ میرے خیال سے یہاں اس شہر میں تو کوئی بھی پاگل خانہ نہیں ہے۔"

"نہیں ہو گا لیکن میں پاگلوں ہی کے ساتھ تھی۔"

"آخر تم کس ہتھ پر اسے پاگل خانہ سمجھنے پر مصروف ہو۔"

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تم مجھے اپنی غلام سمجھو اور مجھ سے دیساہی برداز کرو پھر اگر تم میرا کہنا نہ سن تو میں کیا کروں گی۔"

"کچھ نہیں....؟" فریدی مسکرا کر بولا۔

"لیکن وہ اسی بات پر مجھ پر کوڑے بر ساتے تھے۔"

"کیا....؟" فریدی چونک کر بولا۔

"جب میں انہیں اپنا ملازم سمجھنے کی بجائے پاگل سمجھتی تھی تو وہ مجھے بے دردی سے مارتے تھے۔" لڑکی نے کہا۔

"ان میں کوئی بھی آدمی کم حیثیت کا نہیں معلوم ہوتا تھا.... وہ سب کافی تعلیم یافتہ بھی ہیں اور وہ بلڈاگ اس نے تو مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔"

"یعنی....؟"

"اس نے میری ٹھکل عی تبدیل کر دی۔ پہلی بار چہرے کی پیشان کھولنے پر جب آئئے میرے سامنے لا یا گیا تو میرے منہ سے جھینک نکل گئیں۔ میں بالکل بدلتی ہوں۔"

"میرے خدا میں اپنے والدین کو کس طرح یقین دلا دیں گی کہ میں ان کی اپنی بیٹی ہوں۔"

"اوہ....؟" فریدی کے منہ سے نکلا اور حمید بھی آنکھیں چھاڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس بلڈاگ نے میرے چہرے کا آپریشن کیا تھا۔" لڑکی پھر بولی۔

"میرا سارا چہرہ نبیوں سے ڈھک دیا گیا تھا.... میں پاگل ہو جاؤں گی۔ وہ مجھے مار مار کر

امیروں کے رہن کے طریقے سکھاتے تھے۔ میں ایک غریب لڑکی جو ناشتے میں صرف ایک استینک لکھا کر سارا دن گزار دیتی تھی بڑی بڑی عظیم الشان میزوں پر کھانے کے لئے زبردستی مجبور کی جاتی ہوں۔ میرے پاس صرف تین اسکرت ہوا کرتے تھے۔ وہ معمولی تھے اور ایک کچھ اچھا تھا جسے میں خاص خاص موقعوں پر پہنچتی تھی۔ لیکن اب میرے پاس درجنوں اسکرت ہیں اور مجھے دن میں کئی بار لباس تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔“

”اور اس کے باوجود بھی تم وہاں سے بھاگ آئیں۔“ فریدی نے کہا۔

”میری جگہ تم ہوتے تو کیا کرتے۔“

”یہ سوال دلچسپ ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اگر مجھے وہاں اتنی آسانیش ہو تو میں وہاں سے کبھی نہ بھاگتا۔“

”خواہ تمہاری صورت ہی کیوں نہ بدل جاتی۔“ اس نے بھولے پن سے پوچھا۔

فریدی اس کا جواب دینے کی بجائے کچھ سوچنے لگا۔

وھٹا حید کے ذہن میں ایک شبے نے سر ابھارا۔ ممکن ہے یہ خود ان ہی لوگوں کے لئے کوئی جال بچھا رہی ہو۔ اس سے قبل بھی فریدی کے خلاف ساز شیں ہو چکی تھیں۔

”وہ لوگ تم پر کوڑے بر ساتے تھے۔“ حید نے پوچھا۔

”ہاں.....!“

”یقین نہیں آتا.....! بھلا تم جیسی خوبصورت لڑکی پر کوڑے۔“

”تم یقین نہیں کرو گے۔“ وہ جھلا کر کھڑی ہو گئی اور لبادے کے اوپر کے ہن کھول کر اپنی

پشت حید کی طرف کر دی۔

”وہ کھو.....!“ ساری پینچھے پر ابھری ہوئی نیلی اور سیاہ دھاریاں تھیں۔ حید لرزائھا۔

”بند کرو.....! بند کر دو۔“ وہ جلدی سے بولا۔

”کل رات بھی انہوں نے مجھے بے تحاشہ پینٹا تھا۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”لیکن کل رات ہی کوئی میں وہاں سے نکل بھاگی۔ وہ میرا کرہ مقفل کرنا بھول گئے تھے۔“

”وہ جگہ بتا سکتی ہو۔“

”شاید میں باہر سے اس عمارت کو پہنچاں بھی نہ سکوں۔“ لڑکی نے کہا۔ ”کیونکہ مجھے کبھی باہر

نکلنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ البتہ اتنا ہتا سکتی ہوں کہ وہ عمارت کسی دیرانے میں ہے جس کے چاروں طرف گھنے جگل ہیں۔“

”تم اس تالاب تک کس طرح پہنچی تھیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”مجھے کوئی تالاب یاد نہیں۔“ لڑکی نے کہا۔ ”البتہ اپنے ہوش میں مجھ سے جو حرکتیں ہوئیں انہیں بتانے کی کوشش کروں گی۔“
وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

پھر بولی۔ ”بہر نکلنے کے بعد میں جہاڑیوں کے ایک جنڈ میں کھس پڑی۔ میرا سارا جسم دکھ رہا تھا۔ دکھنے نہیں بلکہ اسے جلن کہنا چاہئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سارے جسم میں دکھتے ہوئے انگاروں سے لکیریں پھینگ دی گئی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد یہ سوزش اور بڑھ گئی۔ پھر شاند میں دو تین سیل کی مسافت طے کرنے کے بعد گر پڑی۔“

”جہیں سوت کا بھی دھیان نہ ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

”قطیعی نہیں! اس وقت میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا۔ وہ یہ کہ میں آزاد ہو گئی ہوں اور ہر قیمت پر مجھے ان سے ہمیشہ کے لئے پیچھا چھڑا لیتا ہے۔“
”ہاں.... خیر تو پھر....!“

”جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں نے کہیں قریب کا راستہ ہونے کی آواز سنی۔ میں نے جہاڑیوں سے منٹکال کر دیکھا تو سرک کے کنارے ایک پرانی وضع کی کارکھڑی تھی اور کوئی اس کا انہن کھولے اس پر جھکا ہوا تھا۔ مجھے میں چلنے کی سکت بالکل نہ تھی۔ دھنلا مجھے ایک تدبیر سو جھی۔ اس کار کے پیچے لیچ کر تیر بھی لگا ہوا تھا جیسے ہی کار ریکنگی میں جہاڑیوں سے نکل کر لیچ کر تیر پر بیٹھ گئی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔ مجھے اس کی فکر نہ تھی۔ میں تو جلد سے جلد ان کی دسترس سے نکل جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے تک میرے ہوش و حواس بخار ہے لیکن اس کے بعد سر چکرانے لگا۔ اس سے آگے میں نہیں چانتی کیا ہوا؟“

”ہوں....!“ فریدی پر خیال انداز میں سگار سلاکنے لگا۔ پھر اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔
”ان میں کسی کا حلیر ہتا سکتی ہو۔“

”قریب قریب سمجھی کے ہتا سکتی ہوں۔ لیکن نام کسی کا نہیں جانتی۔“ لڑکی نے کہا۔ ”خصوصاً اس

میر سر جن کی شخصیت تو بھی نہ بھلا سکوں گی۔ جسے دیکھ کر بے اختیار بلڈاگ کئے کوئی چاہتا ہے۔“
”وی جس نے تمہاری ٹھل بگاڑی تھی۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہاں اس کا سرچ چھوٹا ہے اور جبزے اتنے بھاری ہیں کہ چہرہ میں پر لٹکا ہوا سامنے ہوتا تھا،
شانے غیر معمولی طور پر چڑھے ہیں۔“ آنکھیں چھوٹی اور سرخ ہیں۔ قدر میانہ رنگ گندی،
پیشانی کافی کشادہ ہے۔ بال اتنے چھوٹے رکھتا ہے کہ وہ کسی طرف موڑے نہیں جاسکتے اور ہونٹ
پتلے ہیں۔“

فریدی نے معنی خیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھا جو لاپرواں سے چھٹ کی طرف دیکھ رہا
تھا۔ ”اچھا تو جھیں ترینگ کس قسم کی دی جادی تھی۔“ فریدی نے اس سے پوچھا۔
”کیا ہاؤں مجھے تو اسامنے کسی ڈرائے کاری ہر سل ہو رہی ہو۔ ایسے موقعوں پر
مجھے نہایت قیمتی لباس پہنانیا جاتا تھا اور میرے ساتھ باور دی بادی گارڈ ہوتے تھے جن کے نیزوں
پر سفید جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں اور ان جھنڈیوں پر پلیے رنگ کے عقاب بنے ہوئے تھے۔“
”پلیے رنگ کے عقاب....!“ فریدی چوک کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

”اس وقت وہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ تمہارا نام بورا زیادہ ہے۔“

”اچھا بے بی۔“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”خبریت اسی میں ہے کہ تم ان کروں تک مدد و درہت۔
تم کھڑکیوں کے قریب بھی نہیں جا سکتیں اور اگر اس کے خلاف کیا، تو نتیجے کی تم خود ذمہ دار
ہو گی۔ یہ کوئی بہت بڑی سازش ہے۔“

”تو کیا ب تمہاری قید میں رہنا پڑے گا۔“

”قید نہیں بلکہ حناعت میں۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر ان لوگوں نے جھیں دیکھ لیا تو مجھے
زندگی بھرا فسوس کرنا پڑے گا۔“
”میں سمجھی نہیں۔“

”اے بھی تک جو کچھ تمہارے ساتھ ہوتا آیا ہے اسے کب سمجھی ہو۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔
”ڈرو نہیں.... اس گھر میں تم ہر طرح محفوظ رہو گی۔ مجھے اپنے کپڑوں کے سائز دے دو اور اگر
ہمارے ملک کا لباس پہنانا چاہتی ہو تو اس سے بہتر کچھ نہ ہو گا۔“

”میں نہیں جانتی کہ تمہارے ملک کی عورتیں کیسا لباس پہنتی ہیں۔“

”میں تمہیں تصویر دوں میں دکھاؤں گا میرے ساتھ آؤ۔“

”سیا تمہارے گھر میں کوئی عورت نہیں۔“ لڑکی نے پوچھا۔

”یہ نہ پوچھو...!“ حمید گلوگیر آواز میں بولا۔ ”ورنہ ہم دونوں پھوٹ پھوٹ کر روتا شروع کر دیں گے۔“

”کیوں...!“ لڑکی کے لہجے میں تحریر تھا۔

”ہم لوگ اپنی پیدائش سے پہلے ہی یہوہ ہو گئے تھے۔“

لڑکی بے سانتہ خسپتی پڑی۔

فریدی اسے ڈرائیک روم میں لے آیا اور یہاں ایک الماری سے ایک ایم ٹکال کراہے دیا۔ اس ایم میں بہت سی تصویریں تھیں۔ ان میں سے کچھ عورتوں کی بھی تھیں ایک لباس اسے بے حد پسند آیا۔ وہ اسے پہننے پر رضا مند ہو گئی۔

تحوڑی دیر بعد فریدی اور حمید توکروں کو اس لڑکی کے متعلق خاص ہدایت دے کر روانہ ہو گئے۔ اب کیا کہتے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

”بظاہر تو یہ داستان ظلم ہو شربا سے کم نہیں ویسے خدا جانے۔“ حمید نے کہا۔

”لڑکی کچھ بے وقوف سی معلوم ہوتی ہے۔“

”کیوں...!“

”آخر دہانیں اپنا غلام کیوں نہیں سمجھتی تھی۔“

فریدی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نظریں سامنے سڑک پر تھیں اور کیڈی چکنی سڑک پر پھسلتی جا رہی تھی۔

دفعہ اس نے حمید کو مخاطب کیا۔

”میں اس پہلے عقاب کے متعلق سوچ رہا ہوں۔“

”آپ کی سوچ پر کوئی پابندی نہیں۔“ حمید مسکرا کر بولا۔ ”آپ ہمیشہ ایسی ہی باتیں سوچتے ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔“

”اچھا خیر تم ہی کوئی ایسی بات سوچ جو اس سے بھی زیادہ اہم ہو۔“ فریدی پر خیال انداز میں بولا۔

”میں اس بلڈنگ اگ کے متعلق سوچ رہا ہوں جس کا کوئی وجود نہیں۔“

— کنار

”وجود نہیں....!“ فریدی سامنے دیکھتا ہوا سکر لیا۔

”بھی ہاں.... میں اس لڑکی کے بیان کو ذرا برابر بھی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔“ حمید نے کہا۔ اس نے اقدام خود کشی کیا تھا۔ سزا کے خوف سے داستانیں گزہ رہی ہے۔ خیر میں یوں بھی آپ کو رائے نہ دی جا کہ آپ اسے پولیس کے حوالے کر دیں۔ چار دن گھر میں روشنی رہے گی۔“

”تم نے اس بلڈنگ کو کبھی نہیں دیکھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”حالانکہ وہ یہاں کے مشہور آدمیوں میں سے ہے۔“

”جو حیلہ اس نے بیان کیا ہے ویسا آدمی مجھے آج تک نہیں دکھائی دیا۔“

”خیر دیکھو....!“ فریدی نے کار و فٹافٹ پاتھ کے قریب روک دی۔

”اوہر دیکھو....!“

باہمیں طرف والی عمارت میں ایک بورڈ لگا ہوا تھا جس پر ڈاکٹر ضر غام تحریر تھا اور کھڑکی کے اندر حمید کو ایک آدمی دکھائی دیا، جو میز پر جھکا ہوا کچھ لکھنے میں مشغول تھا اور پھر اچانک اس کے دماغ میں لفظ بلڈنگ کی گردان شروع ہو گئی۔“

”میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔“ حمید نے آہستہ سے کہا اور پھر کار چل پڑی۔



حمد بارہ بجے تک ہائی سرکل نائنٹ کلب میں برج کھیلتا رہا۔ فریدی نے اسے ڈاکٹر ضر غام کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی تاکید کی تھی۔ وہ پانچ بجے شام سے اس کے پیچھے لگا ہوا تھا اور اس دوران میں اس نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی بناء پر اس پر کسی قسم کا ثبوت کیا جاسکے۔ آنحضرت وہ اپنے دوستوں کے ساتھ نائنٹ کلب میں آیا تھا اور ایک بجے برج چوڑ کر انہوں نے ایسا تھا۔ لیکن اس کے دوست وہیں رہ گئے تھے۔ حمید اس کا تعاقب کر رہا تھا اور پھر اسے اس کے گھر پہنچا کر واپس آیا تھا۔ اس نے پھانک پر قدم رکھتے ہی برآمدے میں خلاف معمول تاریکی دیکھی تھی۔ ویسے برآمدے میں ہر حالات میں روشنی رہتی تھی۔ پھانک کا بلب بھی بجا ہوا تھا۔

رکھوالی کرنے والے اسیہن کتوں نے ہلکی ہلکی آوازیں نکالیں۔

اور حمید نہیں چکارتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ”کون حمید“ برآمدے کے دوسرا کنادے سے فریدی نے اسے آواز دی۔ ”اوہ.... آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔“

"لائن نیوز ہو گئی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اوھری چلے آؤ۔"

"میرے خیال سے رکھواں کے لئے کہتے ہی کافی ہوتے ہیں۔" حمید نے کہا اور مٹوٹا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

فریدی نے سکار لاٹر جلا کر اوپر اٹھایا۔ وہ ایک آرام کرسی پر لیٹا ہوا تھا۔ حمید اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"لیکا خبر لائے۔" فریدی نے پوچھا۔

"پچھے نہیں... مجھے تو ایسی کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی جس کی بناء پر کسی قسم کا شبکہ کیا جاسکے۔ جسمانی ساخت کے اعتبار سے وہ بے ذہنگا ضرور ہے خوفناک۔ بھی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا کردار بھی خوفناک ہو۔ دوسرا بات۔" حمید نے عقل مندوں کی طرح مخصوص انداز میں سرہلا کر کہا "جو لیا نے صرف اس کا حلیہ کیوں بتایا۔ ان لوگوں کے متعلق بھی وضاحت سے کیوں نہیں بتایا جو اس پر کوئے بر سایا کرتے تھے۔ نفیاتی نقطہ نظر سے ان کے طبق تو اڑ بر ہونے چاہئیں۔ کیونکہ اس قسم کے لوگوں کی ہر چیز ذہن سے تری طرح چپک جاتی ہے، جو ہمارے لئے اذیت ناک ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہجے ہو۔" فریدی نے سمجھیدگی سے کہا۔

"میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو لیا نے ہمیں اکو بتایا ہے۔"

"وہ کس طرح۔"

"اس سلسلہ میں ایک نقطہ تو عرض کر دی چکا۔ اب دوسرا ملاحظہ فرمائیے۔ ڈاکٹر ضرغام کی شخصیت ایسی ہے کہ کوئی اسے ایک بار دیکھ کر زندگی بھر نہیں بھلا سکتا۔ میں نے صحیح اس کی صرف ایک جملک دیکھی تھی اور تھوڑی دیر بعد جب اس کا خیال آتا تھا تو اس کی مکمل تصویر میرے ذہن میں ابھر آتی تھی۔ ممکن ہے جو لیا نے اسے پہلے کبھی دیکھا ہو اور آپ کے استفسار پر اس کا حلیہ بھی بتاچکی ہو۔"

"تمہاری یہ دلیل قبل قبول نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "پھر تمہیں وہ نشانات بھی ذہن میں رکھنے چاہئیں جو تم نے اس کی پیشہ پر دیکھے تھے۔"

"ہو سکتا ہے کہ انگلی کوئی اور وجہ ہو۔ آخر آپ انگلی اس کہانی کو حقیقت سمجھنے پر کیوں مصروف ہیں۔" "اس سے پہلے بھی بھی تم نے ڈاکٹر ضر غام کو کوئی اہمیت دی تھی۔" فریدی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے میں نے اس کا نام بھی نہیں سن تھا۔" حمید بولا۔

"حالانکہ وہ کتنی سال سے یہاں قیام پذیر ہے۔" فریدی سگار سلاگا تا ہوا بولا۔

"رہا ہو گا۔"

تحوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ حمید کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا یہک بیک برآمدے کے بلب روشن ہو گئے۔ حمید نے روشنی میں دیکھا کہ فریدی کے قریب رکھی ہوئی تی پائی پر ٹلی فون بھی موجود ہے۔ "آج سے تمن سال قبل ڈاکٹر ضر غام نے ایک طی رسالے میں ایک مضمون لکھا تھا جس پر مردے کا آپریشن کر کے محل تبدیل کر دینے کے امکانات پر بحث کی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ عنقریب تجربات کرنے والا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید ہنس کر بولا۔ "تو آپ نے جولیا کی اس ہوائی پر بھی یقین کر لیا ہے کہ اس کا چہرہ آپریشن کے ذریعہ بگاڑ دیا گیا ہے۔"

"تم اسے ہوائی کہتے ہو؟" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "امریکہ میں اس قسم کے تجربات ہو چکے ہیں۔"

"جی ہاں.... میں نے اکثر امریکی رسائل میں اس قسم کے سرجنوں کے اشتہارات دیکھے ہیں جو پھوپھوی ہوئی تاک اور گدوں چیزیں کانوں کا آپریشن کر کے انہیں سین بنا دیتے ہیں۔ خیر یہاں تک تو یقین کیا جا سکتا ہے لیکن پورے چہرے کے خدو خال بدل دینا اپنی سمجھ سے باہر ہے اور پھر جولیا کا چہرہ تو بالکل بے داغ ہے کیا یہ آپریشن کرنے والوں کا کمال ہے۔ بہر حال آپ کے پاس اس کے لئے کوئی منطقی دلیل نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔

"فی الحال منطقی دلیل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ ابھی ہمارے پاس اتنا مواد نہیں ہے۔"

"ہو گا صاحب۔" حمید نے لاپرواں سے کہا۔

دفعہ اٹلی فون کی گھنٹی بجی۔

"ذردا یکھنا...!" فریدی نے حمید سے کہا اور خود آنکھیں بند کر کے آرام کر سی کی پشت سے

نک گیا۔

حمدہ ریسور اخخار کرنے لگا۔ اس کے ہو توں پر ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ بھیل رہی تھی۔
ریسور کو کردہ فریدی کی طرف مڑا۔

”کرن سنگھ تھا۔“ حمدہ نے آہستہ سے کہا۔ ”کہہ رہا تھا کہ نادیتی سینما سے نکتے وقت تین
برقدہ پوش عورتوں کے نقاب نوچ لئے گئے۔“

”ٹھیک... بیٹھ جاؤ!“ فریدی نے کہا اور میز پر رکھے ہوئے کاغذ کے ٹکوے پر کچھ لکھنے
لگا۔ پھر الٹ کر رکھ دیا۔

حمدہ تجھر آمیز انداز میں اس طرف دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ٹلی فون کی سکھنی پھر بیجی۔
فریدی نے پھر حمدہ کو اشارہ کیا اور حمدہ نے پھر ریسور اخخار لایا۔

”وحید ہے۔“ حمدہ حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے بولا۔
”مکہ رہا ہے کہ باٹم روڈ پر دو عورتوں کے نقاب نوچے گئے۔“

فریدی نے کاغذ پر پھر کچھ لکھا اور ریسور اپنے ہاتھوں میں لے کر بولنے لگا۔
”وحید میں بول رہا ہوں، فریدی.... کیا تم کسی کو پکڑ نہیں سکے۔“

”کیا کہا۔ سب پاگل.... اچھا خیر.... تمہیں اور تمہارے آدمیوں کو اب چھٹی ہے۔“
فریدی نے ریسور کو دیا اور بیٹھ کر بجھا ہوا سگار سلاگانے لگا۔

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ حمدہ نے کہا۔

”میرے قائم کردہ نظریے کی تائید ہو رہی ہے۔“
”یعنی....!“

”یعنی یہ کہ تم نزے گاؤ دی ہو۔“ فریدی اتنا کر بولا۔ ”ارے صاحبو اے جولیا کی تلاش کی
جاری ہے۔ یہ دیکھو....!“ اس نے میز پر رکھا ہوا کاغذ حمدہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”بارہ
بیجے دو پھر سے اس وقت تک اخخار کیس برقدہ پوش عورتوں کے نقاب نوچے جا پکے ہیں۔“

”کس نے نوچے۔“ حمدہ نے حیرت سے پوچھا۔

”چند محبوب الحواس آدمیوں نے اور وہ انتہائی کوشش کے باوجود بھی نہیں پکڑے جا سکے۔“
حمدہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کہے، کچھ ہی دیر قبل وہ اس کی

سادگی کا مہمگھ اڑا رہا تھا، اب وہ اتنا بے حیا بھی نہیں تھا کہ ان کو اتفاقات کے زمرے میں شامل کر کے کسی نئی بحث کا آغاز کر دیتا۔ اسے اتفاق تو اس وقت کہا جا سکتا تھا۔ جب شہر میں اس سے قبل بھی اس قسم کی کوئی واردات ہوئی ہوتی۔

شہر کی سڑکوں پر روزانہ خطہ الحواس اور مجنون قسم کے آدمی اسے ہر روز دکھائی دیتے تھے جن کے متعلق اس نے عوام کی زبانی یہ بھی سنا تھا کہ وہ سی آئی ڈی کے آدمی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ایک بھی اس کے محلہ سے نہیں تھا۔ بہر حال شہر میں ایسے آدمیوں کی تعداد کم نہیں تھی، لیکن آج تک ان سے کوئی خطرناک حرکت سرزد نہیں ہوئی تھی۔ ان کا پاگل پن عموماً گالیوں یا بے ٹکنی بکواس ہی تک محدود رہتا تھا یا پھر کبھی کبھی ان میں سے ایک آدمہ پتھر لئے بچوں کے پیچھے دوڑتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اکثر وہ بھیک مانگتے وقت را گیروں سے بھی الجھ جاتے تھے اور پھر اگر معاملہ ایک آدمہ کا ہوتا تو کوئی بات بھی نہیں تھی۔ وہاں تو ایک دن میں اٹھائیں عورتوں کے قاب نوچے گئے تھے۔ اسے تو کوئی پچھے بھی کسی غیر معمولی سازش پر محمول کر سکتا تھا۔

حمد نے ہارے ہوئے جواری کی طرح ہاتھ بیڑا ڈال دیئے۔ فریدی کے ہونتوں پر ایک زہر میں مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”اب کیا کہتے ہو۔“

”فی الحال میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔“

”کہو گے کیا۔“ فریدی نے کہا۔

”اگر جو لیا ڈاکٹر ضر غام کا حلیہ نہ بیان کرتی تو شاید مجھے بھی یقین نہ آتا۔“

”ہمیا آپ کے پاس اس کا کوئی خراب ریکارڈ موجود ہے۔“ حمد نے پوچھا۔

”نہیں لیکن اس کا وہ مضمون ...!“

”آپ بھی مضمون کو لئے پھرتے ہیں۔“

”میں اس مضمون کا تذکرہ نہیں کر رہا ہوں جیسے متعلق ابھی بتایا تھا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”یہ ایک دوسرا مضمون ہے، بیواب سے ڈیڑھ ماہ قبل شائع ہوا تھا۔ اس میں اس نے تین سال قبل والے مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا تھا کہ میں تین سال سے اتحک تجربات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تبدیلی بیت کے لئے چہرے کا آپ پر یعنی کامیاب نہیں ہوتا۔ اب سے تین سال قبل جو میں نے لکھا تھا وہ میری عام خیالی تھی... امر کی ڈاکٹروں کے کامیاب تجویزوں کے

متعلق اس کا خیال ہے کہ وہ زیادہ تر اتفاقات پر مبنی ہیں۔“

”تو پھر....!“

”تو پھر کیا....! سوچنے کی بات ہے کہ تین سال بعد پہلے والے بیان کی تردید کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔“

حید نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی آنکھیں نیند سے بو جمل ہوتی جا رہی تھیں اور سر میں جھائیں جھائیں شروع ہو گئی تھیں۔

”چالاک سے چالاک آدمی بھی کوئی نہ کوئی حمافت کر پڑتا ہے۔“ فریدی پھر بولا۔

”اگر وہ تین سال بعد اپنا تردیدی مضمون نہ چھپو آتا تو....!“

”جولیا کہاں ہے۔“ حید اس کی بات کاٹ کر بولا۔

”سورتی ہے۔“

”تو اسی لئے آپ یہاں بھاگ آئے ہیں۔“ حید مسکرا کر بولا۔

”کیوں؟ اس سے کیا۔“

”بھلا ایک غیر عورت کیسا تھا اکیلے گھر میں.... آپ بڑی بوڑھیوں کو کیا منہ دکھاتے۔“
”میاں کو اس ہے۔“

”اے ہے۔“ حید نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”ذراد ان توں ملے انکلی بھی دبائی ہوتی۔“

”شہ اپ...!“

”ان شاء اللہ آپ حشر کے دن کنواری لاکی بنا کر اٹھائے جائیں گے۔“

”ایا لو فروں کی طرح دوپیے والے جملے بول رہے ہو۔“ فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”میں آپکے دکھوں کی تھے تک جنچ گیا ہوں۔“ حید اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر بولا۔
فریدی نہ اسامنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”میں آپ کے دل کی گھرائیوں تک اتر گیا ہوں۔“ حید نے مغموم لہجے میں کہا۔

”مت ناہیں ناہیں کرو۔“

محبت میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے انسان پر

کہ تاروں کی چمک سے چوتھی گتی ہے رُگ جان پر

"خدا کے لئے مجھے ایسے سڑے بے شعر مت سنایا کرو۔"

"اصغر گونڈوی کا شعر ہے جناب۔"

"اللہ تعالیٰ کا تو نہیں ہے۔"

"کیوں صاحب کیا خرابی ہے اس شعر میں۔"

"اس قسم کی کیفیت صرف کافی مقدار میں بھگنے کی جانے پر پیدا ہو سکتی ہے۔" فریدی نے مکرا کر کہا۔

"اگری حالت میں ستاروں کی چک توكیا ستاروں کے خیال سے بھی رُگ چکنے لگتی ہے۔ آپ اتنے پیارے خیال کا خون کرو ہے ہیں۔"

"خیال کیا میں تو تمہارا خون کر دینے کے امکانات پر غور کر رہا ہوں۔"

"آخر آپ عورت کے نام پر بد کتے کیوں ہیں۔"

"یاد کیوں بور کر رہے ہو۔" فریدی نے آتا ہے ہوئے انداز میں کہا "نیند نہیں آرہی جھیں۔"

حمد کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اندر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

فریدی نے مژ کر دیکھا۔ جولیا دروازے میں کھڑی پریشان نظروں سے لان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ "تم نے میرا کہنا نہیں مانا۔" فریدی نے سخت لمحے میں کہا۔

"اندر آ جاؤ... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ چیکھے ہٹ کر تاریکی میں جاتی ہوئی بولی۔

"کیوں....!" فریدی امتحا ہوا بولا۔

وہ دونوں اندر چلے گئے۔

"میں نے ابھی ایک خوفناک خواب دیکھا ہے۔"

"کیا....!" حمید نے پوچھا۔

لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ وہ فریدی کی طرف دیکھ رہی تھی اور فریدی کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس خواب کو سننے کا خواہش مند نہیں ہے۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

حمد نے پھر خواب کے متعلق استفسار کیا۔

"وہ بلڈاگ....!" لاکی کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ لیکن یک بیک رک گئی۔

"ہاں.... آں.... آں....!" فریدی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”میں نے دیکھا جیسے اس نے گھونسہ مار کر میرے سر کی ہڈیاں چور کر دیں۔“

”اس خواب کی وجہ خوف ہے اور کچھ نہیں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”کیا تم خواب کی حقیقت کی تھیں نہیں ہو۔“

”کبھی کبھی میں نے ایسے ایسے خواب دیکھے ہیں جو پورے ہو چکے ہیں۔“

”اتفاقات ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن یہ خواب کبھی پورانہ ہو سکے گا۔ میرا ایک گھونسہ تمہارے سر کی ہڈیاں چور نہیں کر سکتا۔“

”میں اس بلڈ آگ کے گھوننے کی بات کر رہی ہوں۔“

”وہی کہی وہ اتنا طاقتور نہیں ہے۔“

”تو کیا تم اسے جانتے ہو۔“ لڑکی نے چوک کر پوچھا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں، وہ اس شہر کا ایک معمولی ساڑا کثر ہے۔“

”جب تم اسے نہیں جانتے۔“ جو لیا مسکرا کر بولی۔ ”نہ اس کی طاقت سے واقف ہو۔ کوئی معمولی طاقت والا آدمی ایک گھوننے میں کسی کے سر کے پر چھپ نہیں اڑا سکتا؟ آر تھر کا سر میرے سامنے ہی پھٹا تھا اور اس نے میرے سامنے ہی تڑپ تڑپ کر جان دے دی تھی۔“

”آر تھر کون...؟“

”ان ہی میں سے ایک تھا۔“

”مگر تم نے کہا تھا کہ ان میں سے کسی کے نام سے واقف نہیں تھی۔“

”وہ دراصل مجھ سے عشق کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔“ جو لیا نے سادگی سے کہا۔ ”اس مسلم میں وہ مجھ سے گھنٹوں باتیں کرتا تھا اور اسی نے مجھے اپنا نام بھی بتایا تھا۔ ایک دن اس خوفناک آدمی نے اسے مجھ سے عشق کا انہصار کرتے ہوئے دیکھ لیا اور اسی جگہ بے چارے آر تھر کو تڑپ تڑپ کر جان دینی پڑی۔“

”آر تھر....!“ فریدی آہستہ سے بڑی بڑی چھر جو لیا کو مخاطب کر کے پوچھا۔

”وہی نا جس کے باہم کان کی لوکتی ہوئی تھی۔ دوسرے تنھے پر بڑا سائل تھا۔“

”وہی وہی....!“ لڑکی جلدی سے بولی اور فریدی کے چہرے پر نظریں جمادیں۔ فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔



دوسرے دن صبح حمید کی طبیعت سلمانہ تھی۔ چھپلی رات کافی رات تک جاگتا رہا تھا۔ سے گنگوکرنے کے بعد فریدی اٹھ کر سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ حمید آر تھرے حصہ اس سے استفار کرنا چاہتا تھا۔ اسے یاد آرہا تھا کہ اس نے اس سے پہلے بھی یہ نام سناتھا تھا۔ پر کافی زور دینے کے باوجود بھی یہ نہ یاد آیا کہ نام کس سلسلہ میں تھا اور پھر اس نام پر فریدی نے پھر سے پر تشویش کے آثار بھی دیئے تھے۔ آخر کیوں، اور وہ اسے چھوڑتا ہے بغیر چپ چاپ اٹھ گیا تھا۔ حمید کافی دیر تک الجھتا رہا۔

اور شاید یہ الجھن اور زیادہ بڑھ جاتی سکرنا شتے کی میز پر جولیا کی ویسٹ کذا فی دیکھ کر اس کی الجھن رفع ہو گئی۔ وہ اس وقت لیڈی ہملٹن کے غارے اور جنپر میں ملوس تھی اور دوپے کو گردن میں ڈال کر نائی کی گردہ لگائے ہوئے تھی۔

"ارے اس طرح نہیں استعمال کیا جاتا۔" حمید نے کہا۔

"اوہ نہ...!" فریدی منہ بنا کر بولا۔ "چلنے بھی دو۔"

"پھر کس طرح۔" جولیا نے کہا۔

"خہرہ دیتا ہوں۔" حمید بولا اور اٹھ کر اسے باقاعدہ دوپہر اور چھر بڑا سا گھوٹکھٹ نکال کر اپنی جگہ پر آبیٹھا۔

وہ چند لمحے تک اسی حالت میں بیٹھی رہی۔ پھر منتنا تی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں چائے کس طرح پیوں گی۔"

"یہ بھی کچھ مشکل نہیں۔" حمید نے کہا اور چائے کی پیالی گھوٹکھٹ میں لے جا کر اس کے ہوتوں سے لگادی۔

فریدی حمید کو گھور رہا تھا اور بولا کچھ نہیں۔

"اس طرح تو بڑی دشواری ہو گی۔" جولیا اکتا کر بولی۔

"میں تمہیں اپنے ملک کے لباس کا سمجھ استعمال بتا رہا ہوں۔" حمید نے کہا اور اس کا ہاتھ کیک سلاں سمیت گھوٹکھٹ میں کھس گیا۔

"مجھ سے نہیں بنے گا۔" جولیا نے کہا۔

”بجوری ہے۔“

جو لیا بدستور گھومنگھٹ نکالے پہنچی رہی۔ وہ اسی طرح چائے پینے لگی تھی۔ کیا تمہارے یہاں سب کی سب عورتیں ایسا ہی لباس پہنچی ہیں۔ جو لیا نے پوچھا۔

”ہاں....!“

”ہمیشہ....!“

”ہاں....!“

”وہ زندہ کس طرح رہتی ہیں۔“

”خود تمہیں دوچار دن کے بعد اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔“

”تو کیا مجھے بھی اس طرح رہتا ہو گا۔“ جو لیا لگبھر اکر بولی۔

”قطعی.... اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔“

”میں تو مر جاؤں گی۔“

”تمہارے یہاں کی عورتیں سو سال سے قبل نہیں مر تیں۔“

”تعجب ہے۔“

”بھلا اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔“

”تمہارے یہاں کی عورتیں دنیا کا آٹھواں عجوبہ معلوم ہوتی ہیں۔“ جو لیا نے کہا۔

”اور مرد اس سے بھی زیادہ انوکے پڑھے ہیں۔“

”کیوں....؟“

”اس لئے کہ ہمارے یہاں شادی سے پہلے میڈی یکل شٹ کارروائج نہیں ہے۔“

”کیا اونٹ پنگ بکواس لگا رکھی ہے۔“ فریدی نے جھنجھلا کر کہا اور پھر جو لیا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اپنامنہ کھول دو، یہ خواہ خواہ لٹک کرہا ہے۔“ جو لیا نے نہیں کر گھومنگھٹ بٹا دیا۔ پھر حید سے کہنے لگی۔ ”یقیناً یہاں کے مرد انوکے پڑھے معلوم ہوتے ہیں۔“

”خواہ دیر لٹک خاموشی رہی پھر جو لیا بولی۔“

”کیا اس کو فحاب کہتے ہیں۔“

”نبیں گھوٹکھٹ.... کیوں؟“

”سیاہی دنوں لفڑاکیں ہی مغموم رکھتے ہیں۔“

”نبیں، نقاب اور گھوٹکھٹ میں تھوڑا سا فرق ہے۔ بہر حال وہ بھی چہرے کو چھپانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔“

”میں آج صحیح کا اخبار پڑھ رہی تھی۔ اس میں یہ خبر کافی دلچسپ تھی کہ کل چند پاگل آدمیوں نے انھیں عورتوں کے نقاب نوجہ ڈالے۔ لیکن میں انہیں پاگل نہیں سمجھتی ہوں۔ انہوں نے نہایت علحدہ کا کام کیا ہے۔“

”انہیں میں بھی عقل مند سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”ہاں تم کسی بڑی گھری سازش میں شریک کی جاتے والی تھیں۔“

”میری عقل ہی خطہ ہو کر رہ گئی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس دنیا میں ہوں یا عالم ارواح میں۔ کہیں میں سچے سچے پاگل ہی نہ ہو جاؤ۔“

”غمبر او نہیں۔“ فریدی نے اسے دلاسہ دیا۔ ”آہستہ آہستہ سارے سازشی میری گرفت میں آتے جا رہے ہیں۔“

”ممکن ہے کہ مجھے اس گور کو دھنے سے نجات بھی مل جائے۔“ جولیا مغموم لبھے میں بولی۔ ”لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنے والدین کو کس طرح یقین دلاوں گی کہ میں ان کی بیٹی ہوں۔“

”سب ٹھیک ہو جائے گا.... تم مت گھبراو۔“

”لیکن آخر یہ سب کچھ ہوا کیوں.... میری زندگی کیوں اس طرح بر باد کی گئی۔“

”میں اسی سوال کے جواب کی تلاش میں ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن تمہیں زیادہ حکایات رہتا پڑے گا۔ وہ لوگ تمہاری تلاش میں ہیں اور ان کا گردہ بہت منظم معلوم ہوتا ہے اگر تم سے ذرا بھی لغزش ہوئی تو سارا کام گبڑ جائے گا۔“

”حتی المقدور احتیاط بر توں گی۔“

”تمہیں ناچنا آتا ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”مجھے کبھی تفریحات کا موقع ہی نہیں ملا۔“ جولیا نے مغموم لبھے میں جواب دیا۔

”اچھا تو خیر اس مکان میں تمہیں بہت سی تغیریات ملیں گی۔“

حمدابجی انھنا نہیں چاہتا تھا لیکن فریدی کے اشارے پر انھنا ہی پڑا۔
تموزی دیر بعد وہ باہر جانے کے لئے لباس تبدیل کر رہے تھے۔

”یہ آر تھر کون تھا۔“ حمید نے فریدی سے پوچھا۔

”تم آر تھر کو نہیں جانتے۔“ فریدی اُسے گھوڑا ہوا بولا۔ ”جب تو تمہیں اس مجھے میں نہیں ہوتا چاہئے۔“

”یہ تو وہی بات ہے۔“ حمید بھیجا کر بولا۔ ”تم خدا کو نہیں جانتے۔ جب تو تمہاری پیدائش ہی غلط ہوئی ہے۔“

”تمہیں اس کے متعلق کچھ نہ کچھ تو معلوم ہوتا ہی چاہئے تھا کیونکہ اس کا روکارڈ کافی عرصہ تک تمہاری قائل میں رہا ہے۔“

”مجھے یاد نہیں۔“

”خیر وہ ایک عادی جرم اور ایک خطرناک بلیک میلر تھا۔ آج سے چھ ماہ قبل تین سال کی قید بامشقت سے رہا ہوا تھا، بہر حال جو لیا نے یہ ایک بڑے کام کی بات بتائی ہے۔“

”مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا۔“

”کس طرح....!“ فریدی نے پوچھا۔

”وہی بکواس کر رہی تھی۔“

”تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔“

”اس وقت میں اسے پاگل سمجھتا تھا۔“

”ہوں.... خیر.... آؤ جیں۔“

”لیکن جانا کہاں ہے....“ حمید نے پوچھا۔

”فی الحال آوارہ گردی کے موذ میں ہوں۔“

”مگر میں برا شریف بچھ ہوں۔“

”چلو چلو....!“ فریدی اسے دروازے کی طرف دھکیتا ہوا بولا۔

پھر چند لمحوں کے بعد فریدی کی کیڈ لاک بڑی سڑک پر فرانے پھر رہی تھی۔

"لیا آپ نے کوئی طریقہ تعین کر لیا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ابھی نہیں... ابھی تو میں بقول شخصے اندر ہیرے میں ہاتھ مار رہا ہوں۔"

"ایک بات میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی۔"

"کیا...!"

"آخر ہم پر ہی کیوں اس قسم کی بلاسیں نازل ہوتی ہیں۔"

"کیسی بلاسیں۔"

"کیا یہ ضروری تھا کہ وہ لڑکی آپ ہی کو ملتی۔" حمید نے کہا۔ "میں شروع سے دیکھ رہا ہوں کہ جس زمین پر آپ کے قدم پڑتے ہیں وہاں سے کوئی نہ کوئی نیا قند ضرور اجرا تا ہے، پہ نہیں کہ آپ کی تقدیر کس بنا پتی ستارے سے دا بست ہے۔"

"تقدیر کی بات نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر تم بھی اپنی آنکھیں کھلی رکھو تو تمہیں ہر راہ پر ہر موڑ پر کسی نہ کسی عجیب و اونک سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"میں آنکھیں بند نہیں رکھتا۔"

"اگر آنکھیں بند نہیں رکھتے تو تم نے اسے پا گل کیوں سمجھ لیا تھا۔"

"میں کیا ہر ایک ایسا ہی سمجھتا۔"

"ہر ایک نہ کہو... اپنی کہو۔"

"خیر ماریے گوئی۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔"

فریدی یوں ہی بلا مقصد اپنی کار او ہر اور دوزاتا پھر رہا تھا۔ کبھی اس سڑک پر کبھی اس پارک کے سامنے روک دی اور کبھی کسی ریستوران کے سامنے... ڈاکٹر ضرغام کے مطب کا بھی ایک چکر لگا چکا تھا اور اسے کل ہی کی طرح میز پر جھکا ہوا پیا تھا۔ آج بھی اس کے یہاں مر یعنوں کی زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔

دندو پر ایک آدمی کھڑا شاید دوائلے رہا تھا اور دو بوزہ ہیاں اس کی میز کے قریب پڑی ہوئی کرسیوں پر او گھر رہی تھیں۔

اب اس کی کار بائی رود کی طرف سے نیلی روڈ کی طرف جا رہی تھی۔

"یہ کیا...!" دفعتاً حمید بولا۔

ایک جگہ کافی بھیڑ کھائی دی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ لوگ کسی کو گھر گھیر کر پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فریدی نے یک لخت کار روک دی اور اتر کر بھیڑ کی طرف بڑھا۔ ایک آدمی سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ابھی ابھی ایک دیوانے نے ایک طالبہ کا ناقاب نوچا ہے۔ وہ بیچاری ایک طرف کھنی کھڑی تھی۔ فریدی بھیڑ کو چھپتا ہوا اندر گھسانا۔ دیوانہ ہر بار پکڑنے والوں کی گرفت سے نکل جاتا تھا، وہ خود بھی لہو لہان ہو رہا تھا اور کئی آدمیوں کو اپنے بڑے بڑے ناخنوں اور چمکیلے دانتوں سے زخمی کر چکا تھا۔

فریدی چند لمحے تک کھڑا سے بغور دیکھتا رہا تھا پھر خود بھی اس پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے، لیکن لاکھ احتیاط کے باوجود بھی اس کے دانتوں سے نہ قیاس کا۔ اس نے اس کے شانے پر منہ مارا تھا مگر فریدی کی گرفت سے نکل جاتا آسان کام نہ تھا۔ حمید بھیڑ کو ہٹانے لگا۔ فریدی نے اس کو کار کی طرف کھینچتا شروع کر دیا۔ وفتحاً کسی اور طرف سے ایک اور آدمی بھی دیوانے پر ٹوٹ پڑا۔

"مارڈالوں گا سالے کو۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "میری بیٹی کا ناقاب... کل اسی نے...!" فریدی اسے ہٹانے لگا۔ اس جدوجہد کے دوران میں کسی طرح دیوانہ اس کی گرفت سے نکل گیا اور دوسرا آدمی فریدی پر آ رہا۔

حید بے ساختہ اس دیوانے کی طرف بڑھا۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ دوڑے اور بھی چیز اس کے نکل جانے کا سبب بن گئی اگر وہ ایک ساتھ نہ دوڑتے تو اس نے اس خبلی کو پکڑ لیا ہوتا۔ اگلے موڑ پر پہنچ کر وہ یک بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

واپسی پر حید نے فریدی کو اس آدمی سے الگھے ہوئے پیلا جس کی وجہ سے وہ اس کی گرفت سے نکل گیا تھا۔

"میکا ضرورت تھی آپ کو خواہ خواہ بیچ میں کو دنے کی۔" فریدی گجر رہا تھا۔

"اس نے کل میری بیٹی کا ناقاب نوچا تھا۔ میں زندہ نہیں چھوڑوں گا اس پاگل کتے کو۔ اگر حکومت ان پاگلوں کا کوئی انتظام نہیں کر سکتی تو ہم خود قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔"

فریدی اسے جواب دینے کی بجائے قہر الود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کے منہ پر تھیڑ مار دے۔ لیکن اس نے جلد ہی اپنی حالت پر قابو پالیا۔ آپ تھیک کہتے ہیں۔ اس

نے مسکرا کر کہا۔ ”لیکن میں نے اسے پکڑ لیا تھا۔“

”اب کیا بتاؤں...!“ وہ آدمی خفیف ہو کر بولا۔ ”اسے دیکھ کر میں خود کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ کل اس نے سرراہ شرمندہ کیا تھا۔“

”خیر ہو گا۔“ فریدی نے بے تعقانہ انداز میں کہا اور اپنی کار کی طرف مزگیا۔ لیکن وہ اب بھی سنتھیوں سے اس آدمی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس دوران میں اس نے حمید کو کچھ اشارہ کیا اور وہ کار کے قریب سے ہٹ کر سڑک کے کنارے پر چلا گیا۔

فریدی نے کار اشارت کر دی۔

حمد سڑک کی کنارے کھڑا رہا۔ اتنے میں وہ آدمی جس نے دیوانے کو مارا تھا ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ حمید اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

وہ دو تین سڑکوں کا چکر لگانے کے بعد ڈاکٹر ضرغام کے دواخانے کے سامنے پہنچ کر رک گیا اور حمید کا دل بڑی طرح دھڑکنے لگا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ڈاکٹر ضرغام کے مطب میں داخل ہو گیا۔ دواخانے کے سامنے ہی فٹ پاتھک پر پرانے ناولوں اور رسالوں کی ایک چھوٹی سی دکان تھی۔ حمید وہاں رک کر کاونٹر پر گلی ہوئی کتابیں اتنے پہنچنے لگا۔

اس کی نظریں بھی بھی اس کھڑکی کی طرف اٹھ جاتی تھیں جس کے پیچے ڈاکٹر ضرغام کی میز تھی۔ یہاں کا ڈاکٹر ضرغام اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی مٹھیاں بھی ہوئی تھیں اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دب گیا تھا۔ ”میں اسے دیکھ لوں گا۔“

حمد نے سڑک کے شور کے باوجود ڈاکٹر ضرغام کی آواز صاف سن لی تھی۔ ”کے دیکھ لے گا۔“ حمید کے ذہن نے سوال کیا۔

کیا یہ جملہ اس نے فریدی کے لئے کہا تھا۔ کیا وہ شخص جس کا وہ تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا فریدی کو پہچانتا تھا اگر یہ بات ہے تو وہ اسے بھی پہچانتا ہو گا اور یہ بھی جانتا ہو گا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لیکن دوسری بات کو اس کے ذہن نے قبول نہ کیا۔ اگر یہ بات ہوتی تو وہ ضرغام کے مطب میں آتا ہی کیوں، یا اگر کسی وجہ سے آیا ہی تھا تو اس کے داخل ہوتے ہی ڈاکٹر ضرغام اس عتمد سکوپ انداز کر اس کا معائنہ شروع کر دیتا اور وہ اسی سلسلہ میں اپنی رپورٹ بھی سناتا۔ حمید نے

خون کا دریا

پھر ڈاکٹر ضر غام کی طرف دیکھا جو کھونی سے لٹکا ہوا کوٹ اتار رہا تھا۔ پھر اس نے نائی کی گردہ درست کی اور انگلیوں سے سر کے بال ٹھیک کرتا ہوا فٹ پاتھ پر اتر آیا۔

وہ آدمی بدستور اپنی جگہ پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ ڈاکٹر ضر غام نے حمید کے قریب سے نزد تے وقت اسے گھوڑ کر دیکھا اور سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی کار میں بینے کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔ حمید چکر اگیا کہ اب اس کا تعاقب کرے یا اس آدمی کے انتظار میں ویسیں کھڑا رہے۔ وہ آدمی تھوڑی دیر تک او گھنٹا رہا پھر وہ بھی باہر نکل آیا۔

حمید پھر اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ دفعتاً سے اپنی قلبی کا احساس ہوا، اسے ہر حالت میں ڈاکٹر ضر غام کا تعاقب کرنا چاہئے تھا۔

اس نے سوچا کہ وہ اس بات کا تذکرہ فریدی سے نہ کرے گا کیونکہ اس طرح اس کا احمدی قرار دیا جانا چاہی تھا۔ فریدی گھنٹوں اس کا مذاق اڑاتا۔

وہ آدمی تھوڑی دیر اور ہر مارے مارے پھرنے کے بعد ایک چھوٹے سے کینے میں گھس گیا جس میں بار بھی تھا۔



رات اپنے سیاہ پازو پھیلائے کائنات پر مسلط ہوتی جا رہی تھی۔ حمید اور جولیا رات کے کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھنے فریدی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ صبح سے غائب تھا۔ آج اس کی تفتیش کا پانچوال دن تھا۔

حمدیکو حیرت تھی کہ آخر فریدی اس بار اتنی احتیاط کیوں برداشت رہا ہے۔ قاعدے کے مطابق تو اسے اب ڈاکٹر ضر غام سے الجھہ ہی جانا چاہئے تھا۔

"تمہارا چیف تو مجھے ان آدمیوں سے بھی عجیب معلوم ہوتا ہے۔" جولیا نے کہا۔

"کیوں....!" حمید نے پوچھا۔

"اس نے پورے مکان کو اچھا خاصاً عجائب خانہ بنارکھا ہے۔"

"کیا تم نے یہاں سب کچھ دیکھ لیا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"سب کچھ سے کیا مراد ہے۔"

"مطلوب یہ کہ تم نے مجھے بھی دیکھایا نہیں۔"

”کیوں نہیں تمہارے جیسا Laughing Beast (بیٹنے والا درندہ) آدمی سک میری نظروں سے نہیں گزرا۔“ جولیا نے ہس کر کہا۔

”تم غلط سمجھیں... میں بہت روتا ہوں۔“

”کیوں....!“

”ایک ستم رسیدہ آدمی ہوں۔“

”تم....!“ جولیا ہس کر بولی۔ ”بھلا تم پر کس نے ظلم کیا ہے۔“

”مجھے ان کے نام سک یاد نہیں رہے۔“

”ظلم کی قسمیں بتاؤ۔“

”کیا کرو گی سن کر تمہیں دکھ ہو گا۔“

”پھر بھی۔“

”ایک بار ایک آدمی نے میرے منہ پر کہہ دیا تھا کہ تمہاری ناک نیز ہی ہے۔“

”نیک تو کہا تھا اس نے....!“

”ہمیں....!“ حمید اچھل کر بولا۔ ”تم بھی سبی کہتی ہو۔“

”نہیں نہیں سید ہی ہے۔ میں نے تو یوں نبی مذاق کیا تھا۔ اچھا دوسرا ظلم؟“

”دوسرा ظلم یہ ہے کہ آج سک کسی لڑکی نے مجھ سے شادی کی درخواست نہیں کی۔“

”یہ تو واقعی ظلم ہے۔“ جولیا مسکرا کر بولی۔

”مجھے آلو بنا رہی ہو۔“

”نہیں نہیں.... تیرا ظلم۔“

ایک بار مجھے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی۔ بڑی سینگیدہ اور طیم تھی۔ میں نے اسے کبھی پہنچتے یا مسکراتے تھی کہ بات کرتے بھی نہیں دیکھا۔ میں نے اسے کہی بار متوجہ کرنے کی کوشش کی مگر،

صرف دیکھ کر رہ گئی۔

”پھر....!“

”ایک بار ایک جگہ تہماں گئی۔ میں نے اس سے گفتگو کرنی چاہی، جانتی ہواں نے کیا کہا۔“

حمد ناموش ہو گیا۔ جولیا اسے سوالیہ انداز میں دیکھ رہی تھی۔

"کیا کہا...؟" وہ تھوڑی دیر بعد آتا کر بولی۔

اس نے کہا۔ "لوع... پانگ... بوق... بوق...!"

"کیا مطلب...؟"

"وہ کم گو تھی۔" حمید غزڈہ بجھ میں بولا اور اسی کی ایکٹنگ کرتا ہوا اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

جو لیا بے اختیار نہس پڑی اور کافی دیر تک ٹھستی رہی۔

"تم نے شادی کیوں نہیں کر لی اس سے۔" جو لیا نہس کر بولی۔

"میں نے سوچا کہیں اس بے چاری کو میرے ساتھ رہ کر بولنا ہی نہ پڑ جائے۔"

"تو تم زندگی بھر کنوارے ہی رہو گے؟"

"ہاں...!"

"آخر کیوں؟ تم لوگ تو کافی دولت مند ہو۔" جو لیا نے کہا۔

"میرا چیف عورتوں سے ڈرتا ہے اور میں...!"

"کیوں...؟" جو لیا نے اس کی بات کاٹ کر سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا... لیکن جب سے تم یہاں آئی ہو وہ گھر میں بہت کم رہتا ہے۔"

"کیا مجھ سے بھی ڈرتا ہے۔"

"ہاں تم سے بھی نہی طرح خائف ہے۔"

"کیوں؟"

"پتہ نہیں...!"

"عجیب بات ہے تم تو کہہ رہے تھے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے فول میں کی آندھی اور

یہ دن آئی لینڈ کی پر اسرار آبادی کا پتہ لگایا تھا۔"

"ہاں ہاں میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"اور وہ عورتوں سے ڈرتا ہے۔"

"عجیب لڑکی ہو تم بھی۔" حمید نے کہا۔ عورتوں سے خائف رہنے میں اس کی دلیری اور بلند

ہمتی میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے دیکھو میں کتنا بہادر آدمی ہوں لیکن اندر میرے میں کسی کالی ملی

کی سرخ سرخ آنکھیں دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ سنائے میں الو کی آواز سن کر میرا دم نکلنے لگتا ہے۔ اگر اندر چرے میں تم ہی چوک کر مجھے ڈراؤ تو میں جیخ مار کر تم سے پٹ جاؤں گا۔ جو لیا کچھ کہنا ہی چاہ رہی تھی کہ قدموں کی آہت سنائی دی۔ وہ چوک کر آواز کی طرف دیکھنے لگی۔ فریدی اپنی بغل میں ایک قائل دبائے اندر داخل ہوا۔ بھی وہ پیشئے ہی پلایا تھا کہ جو لیا پوچھے پڑھی۔

”مسٹر فریدی! کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو۔“

فریدی نے نہ اسامنہ بنا کر حمید کی طرف دیکھا اور پھر جو لیا کو مخاطب کر کے بولا۔ ”اس حرم کی اطلاعات صرف تمہیں اس سے مل سکتی ہیں۔“

”یہ کہتا ہے کہ تم میری وجہ سے ادھر اُدھر بھاگے پھرتے ہو۔“ جو لیا نے کہا۔ ”خیر بھاگ دوڑ تو میری ہی وجہ سے ہو رہی ہے، لیکن اس کا کہتا ہے کہ تم مجھ سے اس قدر خائف ہو کہ تم گھر میں نہیں رہتے۔“

”ممکن ہے کہ یہ نحیک ہی کہتا ہو۔“ فریدی لاپرواں سے بولا۔ ”تم لوگ کھانا کھا چکے؟“

”لیکن تم مجھ سے ڈرتے کیوں ہو۔“ جو لیا نے پوچھا۔

”بھی اس سے پوچھو، وہی کوئی معقول وجہ بتا سکتا ہے۔“ فریدی آتا کر بولا۔

پھر اس نے باور پھی کو آواز دے کر بلایا۔

”میں اس وقت کھانا نہیں کھاؤں گا۔“ اس نے کہا۔ ”بس جلدی سے کافی اور دو جیسٹریاں دے جاؤ۔“

”دیکھا تم نے۔“ حمید چپک کر بولا۔ ”ذر کے مارے بھوک بھی غائب ہو گئی۔ صرف کافی بھس گے۔“

”کیوں بے کار بکواس لگا رکھی ہے۔“ فریدی اردو میں بڑی بڑی۔

”میں کہتا ہوں آخر ذر نے کی کیا ضرورت ہے۔“ حمید نے انگریزی میں کہا۔ ”یہ بے چاری نہ شیر ہے نہ بھیڑیا۔“

”شٹ اپ....!“

”اچھا خوف کی وجہ ہی معلوم ہو جائے۔“

"حید چپ رہو، ورنہ سر توڑ دوں گا۔" فریدی نے اردو میں کہا۔

"اوہو....!" حید حرمت کا اظہار کرتے ہوئے جولیا کی طرف مڑا۔ "یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے کل رات کو تمہیں اپنے کتے سے لڑتے دیکھا تھا۔"

"میں....! جولیا متغیر ہو کر بولی۔ "نہیں یہ سرا سر جھوٹ ہے۔"

"یہ تمہیں خواجہ بے وقوف بنا رہا ہے۔" فریدی نے جولیا سے کہا۔ "اس کی باتوں میں نہ آؤ۔" "تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔" جولیا حید کی طرف مڑی۔

"یہ غلط ہے۔ میں نے آج تک کسی لڑکی کو بے وقوف نہیں بنایا۔ بہیش خود بنا رہا ہوں۔" "تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تم نے بتیری لڑکیوں کو بے وقوف بنایا ہو گا۔ میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔" جولیا بولی۔

"البتہ بعض لڑکیوں نے مجھے اس قدر بے وقوف بنایا ہے کہ اب مجھے خود کو بے وقوف کہتے ہوئے بھی شرم آنے لگی ہے۔" حید نے مفہوم مجھے میں کہا۔

"اچھا کس طرح بے وقوف بنایا تھا۔"

"ایک دو کیس ہوں تو بتاؤ۔"

"پھر بھی ایک آدھ....! جولیا چوک کر بولی۔"

"خدا خیر کرے۔" فریدی اردو میں بڑا بولی۔ "حید کے پچھے خدا اس مظلوم لڑکی پر رحم کرو۔"

"اے بھی پچھے دنوں کی بات ہے۔" حید فریدی کی بات کو نظر انداز کر کے بولا۔ "ایک لڑکی مجھ سے بہت قریب ہو گئی اور اس نے رو رو کر مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ ہرگز مجھ سے شادی نہ کرے گی۔ اس بات پر مجھے بچ جائیں اس سے محبت ہو گئی، لیکن اس نے مجھے بے وقوف بنایا۔ مجھے کہیں کانہ رکھا۔"

"کیوں کیا کیا اس نے۔" جولیا نے حرمت سے کہا۔

"مننا نے لگی۔.... تاک کے مل بولنے لگی۔"

"کیوں؟ مننا نے کیوں لگی۔"

"تاک میں اس سے نفرت کرنے لگوں۔ اسے بھلا دوں۔"

"عجیب بات ہے.... بھلا اس میں نفرت کی کیا بات ہے۔"

"میں ہر اس عورت سے نفرت کرنے پر مجبور ہوں، جو تاک کے مل بولتی ہے۔"

"عجیب آدمی ہو تم...!"

"لیکن میں نے اس معاملہ میں بڑا دھوکہ کھایا۔"

"کیا...؟"

"اے دراصل زکام ہو گیا تھا۔"

"تو پھر بھلا اس میں اس کا کیا قصور...؟" جولیا نہ کربوں۔

"قصور سرا اسی کا ہے۔" حمید نے کہا۔ "اے بتادینا چاہئے تھا کہ وہ زکام میں جلا ہے۔ مگر خیر حقیقت معلوم ہو جانے پر بھی مجھے اس سے نفرت ہی رہی۔"

"پھر نفرت کیوں رہا۔"

"اس لئے کہ زکام نحیک ہو جانے کے بعد وہ متناثلی رہی۔"

"تو پھر زکام ہی رہا ہو گا۔"

"خدا جانے...!" حمید نے کہا۔ "تم نے رسم و سہراب کا لکھا ہوا فردوسی نامہ پڑھا ہے؟"

"حید سو راب چپ بھی رہو۔" فریدی نے کہا۔

انتہے میں کافی آگئی اور وہ تینوں اپنی پیالیاں سیدھی کرنے لگے۔ کافی کے دوران میں فریدی نے اپنا قائل کھول کر جولیا کے سامنے رکھ دیا۔

"اے یہ تو آر تھر کی تصویر ہے۔" جولیا ایک فارم میں چکلی ہوئی تصویر کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"ہوں...!" فریدی نے دوسرا اور قائمتی ہوئے کہا۔ "اے بھی دیکھا ہے کہیں؟"

"نہیں...!" جولیا بولی اور فریدی نے دوسرا اور قائمتی۔ اس طرح وہ بدستور ورق التمارہ پر ایک جگہ جولیا بے اختیار جی پڑی۔

"یہ بھی تھا.... ان میں یہ بھی تھا اور زیادہ تر اس نے مجھ پر کوڑے بر سائے ہیں۔"

"نحیک...!" فریدی نے کہا اور سگار سلانے لگا۔

جولیا نے پورا قائل الٹ دیا لیکن اور کسی تصویر کے متعلق اس نے کچھ نہیں کہا۔ فریدی نے قائل بند کر کے ایک طرف رکھ دیا اور کافی کی پیالی پکڑ کر پر خیال انداز میں سگار کے ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

”کیا تم نے ان کا پڑہ لگایا ہے۔“ جو لیا نے پر اشتیاق لبھ میں پوچھا۔

”ہاں.... لیکن ابھی یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ انہوں نے یہ سب کیا کیوں؟ وہاب بھی تمہاری حلاش میں ہیں۔“

”تم انہیں پکڑ کیوں نہیں لیتے۔“

”اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ میں ان کے خلاف شوٹ کہاں سے مہیا کروں گا۔ اگر کسی طرح آرٹر کی لاش مل جاتی ہے بھی نفیت تھا۔“

”کیا میری شہادت کافی نہ ہو گی۔“

”قطیٰ نہیں.... عدالت تمہارے اس بیان پر ہرگز یقین نہ کرے گی کہ تمہاری ٹکل تبدیل کردی گئی ہے کیونکہ تمہارے خدوخال سو فیصد قدر تی معلوم ہوتے ہیں اور تم خواہ مخواہ ایک جبال میں پھنس جاؤ گی کہ تم بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے داخل کیسے ہوئیں۔“

”جو لیا خاموش ہو گئی۔“

کافی ختم کرنے کے بعد فریدی نے جو لیا کو سونے کے لئے اوپری منزل میں بیجع دیا اور خود باہر جانے کے لئے تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے حمید کو بھی تیار ہو جانے کو کہا۔ حمید طوعاً و کرہا تیار ہو گیا۔ اس وقت وہ کہیں باہر جانے کے موذ میں نہیں تھا۔

راستے میں حمید نے فریدی سے کہا۔

”آپ کہہ رہے تھے کہ کسی عدالت کو جو لیا کے بیان پر یقین نہیں آسکتا۔“

”بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔“

”تو پھر آپ نے کیسے یقین کر لیا۔“

”اس نے کہ اب میں یہ بات اچھی طرح جان گیا ہوں کہ اس واقعہ سے تعلق رکھنے والے لوگ کے سازشی ہیں۔ آرٹر کے متعلق میں تمہیں بتائی چکا ہوں۔ اب تمہیں اس کے ساتھی کے پاس لئے چل رہا ہوں۔ اسی کے پاس جس کی تصویر جو لیا نے شناخت کی تھی۔“

فریدی نے چرچ روڈ پر اپنی کار روک دی۔

”کیوں یہ وہی کیفے ہے ناجہاں تم نے مجرم سلمان کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔“ فریدی

نے پوچھا۔

”کون مجرم سلامان....!“

”وہی جس کا تعاقب تم نے کیا تھا۔“

”اوہ ہاں....!“ حمید نے کہا۔ ”یہی وہ کیفے ہے۔“

فریدی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ حمید بھی اس کے پیچے تھا۔ یہاں قریب قریب ساری میزیں بھری ہوئی تھیں۔ زیادہ تر لوگ شراب پی رہے تھے۔

حمد کی نظر میں کاؤنٹر پر رک گئیں جہاں ایک دبلا پتا آدمی کھڑا اپنی پیشانی رکھ رہا تھا۔ کچھ دیر قبل اس نے اس کی تصویرِ فائل میں دیکھی تھی۔

فریدی پر نظر پڑتے ہی وہ بے اختیار چوک پڑا۔ پھر اس نے کاؤنٹر کی کھڑکی کھولی اور تیز تیز چلتا ہوا ان کے قریب آیا اور بولا۔

”فرمائیے سر کار....!“ وہ قدرے جھک کر بولا۔ ”آج ہمیں کیسے عزت بخشی؟“

”مجھے آر تھر کا پتہ چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔

”وہ تو.... ضر.... ضروری نہیں کہ مجھے اس کا پتہ معلوم ہو۔“ اس نے کہا۔

”آپ جانتے ہیں کہ میں آج کل باعزت طور پر زندگی بسر کر رہا ہوں اور مجھے اب کسی کا پتہ نہیں معلوم۔“

”ہوں....!“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”مجھے دراصل اس سے ایک کام لینا تھا۔“

”اوہ ہو حضور والا تو کون سا کام ہے۔ میں نہ کر سکوں گا۔ مجھ سے فرمائیے۔“

”تمہارے بس کا نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہ میں جانتا ہوں کہ کون کیا کام کر سکتا ہے۔“

”میا کسی کو بلیک میل کرتا ہے؟“

”ہاں....!“

”ہاں تو یہ واقعی میں نہ کر سکوں گا۔“

”اچھا خیر، اگر آر تھر کہیں دکھائی دے تو اسے میرے پاس بیج دیں۔“

”بہت بہتر....!“

وہی پر فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔

”اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ آر تھریج مارڈ الامگیا ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”کیا تم نے غور کیا تھا کہ وہ ضر عام کا ہام لیتے لیتے رہ گیا تھا، تم نے اسے چوکتے نہیں دیکھا تھا۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ اس نے ضر عام کے ”ضر“ کو ضروری میں کھپا دیا تھا۔“



”تو بس اتنی سی بات کے لئے آپ یہاں دوڑ آئے تھے۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔ ”بظاہر تو تمہیں بھی بھی معلوم ہو گا کہ میرا دماغ چل گیا ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”بماطن وہ ہر وقت چلتا ہی رہتا ہے۔“ حمید نے اپنے پانچ میں تباکو بھرتے ہوئے کہا۔ فریدی کچھ نہیں بولا۔ اس کی نظریں سامنے سڑک پر تھیں اور ہونوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ ”کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”کہ آج گھر کی رکھواںی کرنے والے کتے بھی بند تھے۔“

”یعنی....!“ حمید نے پوچک کر پوچھا۔

”اور جس وقت ہم لوگ گھر سے روانہ ہوئے دو تین آدمی ہماری نقل و حرکت دیکھ رہے تھے۔“ فریدی نے کہا۔

”کون تھے....!“

”ضر عام کے ساتھی۔“

”تو کیا وہ اس بات سے واقف ہو گئے ہیں کہ جو لیا ہمارے پاس ہے۔“

”قطیعی....!“ فریدی نے کہا اور کار کی رفتار سست کر دی۔

”اور آپ جو لیا کو چھوڑ آئے ہیں۔“ حمید تقریباً جھیکھ کر بولا۔

”میں بھرہ نہیں ہوں۔“ فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

حمدی دل ہی دل میں جج و تاب کھا کر رہ گیا۔

”اور رکھواںی کے کتے بھی بند ہیں۔“ اس نے پھر کہا۔

”ہاں ہاں....!“ فریدی جھلا کر بولا۔ ”سینکڑوں بار سمجھا دیا کہ سمجھ میں آئی ہوئی بات کے

متعلق دوبارہ مت پوچھا کرو۔“

"آپ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" حمید گھوڑ کر بولا۔

"کون سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔" فریدی نے داہنے ابرو کو چینش دے کر کہا۔
"میں کہتا ہوں کہ آپ ایسی حالت میں اسے تمہارے چھوڑ آئے ہیں۔"

"ہاں یہ سوال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ.....!" فریدی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی
نظریں داہنے فٹ پا تھے پر ریک ری تھیں۔ دھننا اس نے کار کی رفتار تیز کر دی اور پھر اسے ایک
بالکل ہی غیر متعلق راستے پر موڑ دیا۔

"کیوں یہ کیا....!" حمید چوڑ کر بولا۔

"کام بن گیا۔" فریدی نے کہا اور کار کو ایک تاریک گلی میں موڑ دیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد
وہ ایک سڑک پر آگئے۔ لیکن یہ سڑک بالکل سنان تھی اور دیسی علاقوں سے گزرتی ہوئی سعید
آباد کی طرف چلی گئی تھی۔

فریدی نے کار کو سڑک کے کنارے لگی ہوئی جھاڑیوں میں اتار دیا اور اسے موڑ کر اس کا رخ
پھر سڑک کی طرف کر دیا۔

"اس بیچاری کیڈی پر تور ہم سمجھنے۔" حمید نے کہا۔

"سب چلتا ہے۔"

"میں گاڑیوں کو خوبصورت رکھنے کا قابل نہیں ہوں۔"

"لیکن آخر یہ سب ہے کیا.... کون سا کام بن گیا۔" حمید نے اتنا کر کہا۔

"کام یہ بن گیا کہ انہوں نے جولیا پر قابو پالا ہے۔"

"اوہ....!"

"شور مچانے کی ضرورت نہیں۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔"

حمد خاموش ہو گیا۔ اسے فریدی پر غصہ آرہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ یہ سمجھتا تھا کہ فریدی
شاذ و نادر ہی کوئی غلط قدم اٹھاتا ہے۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ پانچ دن کی خاموشی دراصل
ٹوفان سے قبل کی خاموشی تھی اور فریدی کوئی خطرناک اقدام نہ جارہا ہے۔

"میں روپ اور نہیں لایا۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"فی الحال شاند اس کی ضرورت پیش نہ آئے، فریدی نے پر اطمینان لجھ میں کہا اور شاید اس کی ضرورت پڑے تو میرا ہی ریو الور کافی ہو گا۔ دیے میں بھی آج کل خون بھانے کے موڑ میں نہیں ہوں۔"

"لیکن آپ نے بازار میں یک بیک یہ کیسے کہا تھا کہ کام بن گیا۔"

"اشدہ کیا تھا۔"

"نہ کس کو...!"

"اپنے ایک آدمی کو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وحید، راجندر اور رمیش بھی میرے ساتھ کام کر رہے ہیں۔"

"لیکن اس بار آپ نے یہ کسی بد پر ہیزی کر دی۔" حمید نے کہا۔

"اس کیس میں برا پھیلاوہ ہے۔ شاید تمہیں نہیں معلوم کہ ضرغام ایک بہت بڑے گروہ کا سر غذہ ہے اور یہ سب کچھ مجھے اس کیس کے سلسلے میں معلوم ہوا ہے، ورنہ پہلے تو میں اسے کچھ سمجھتا ہی نہ تھا۔"

"آئیں کس طرح معلوم ہوا ہے کہ جو لیا ہمارے پاس ہے۔"

"خود میں نے انہیں اس راز سے آگاہ کیا ہے۔"

"وہ کس طرح۔" حمید نے بے چینی سے پوچھا اور اپنا پاپ شوٹنے لگا۔ "نہیں حمید صاحب فی الحال تمباکو پینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"آپ میرے سوال کا جواب دیجئے۔"

"بھی یہ بھی داستان ہے۔" فریدی نے کہا۔

"خبر منحصر اسنوا۔ ضرغام کے آدمی اس دن سے میرے پیچھے لگ گئے تھے جس دن میں نے تمہیں میجر سلمان کا تعاقب کرنے کو کہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ شاید ذاکر ضرغام نے یہ جملہ میرے ہی لئے کہا تھا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ بہر حال اس دن سے وہ مجھے باقاعدہ دیکھ رہا ہے، ہاں تو اسی دن سے ایک دو آدمی برابر میرا تعاقب کر رہے ہیں، لیکن مکان کے کپڑا ڈھیں قدم رکھنے کی ہمت کسی نے بھی کی نہیں۔ اس وقت تک انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ جو لیا ہمارے پاس ہے۔ غالباً ضرغام اس خیال میں رہا ہو گا کہ کہیں میں کسی دیوانے کو پکڑ کر اس سے کچھ اگلوانہ لوں،

لہذا اس نے میرے پیچھے آدمی لگا دیئے۔“

”خیر آج کا لطفی سنو۔ مگر نہیں پہلے میں تمہاری ابھسن کو بھی رفع کرتا چلوں۔ جو لیا کو دوبارہ ان کے حوالے کر دینے میں ہمارا فائدہ ہی ہے اس طرح ہم یہ بھی معلوم کر سکیں گے کہ آخر انہوں نے اس کی صورت کیوں تبدیل کی۔“

”میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔“ حمید نے کہا۔ ”ممکن ہے وہ اسے مارتا ڈالیں۔“

”میرے بیٹے یہ ناممکن ہے۔“ فریدی خود اعتمادی کے ساتھ بولا۔ ”جو لیا پر انہوں نے بہت محنت کی ہے۔ ایک بار پھر وہ اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں گے۔“

ڈاکٹر ضرغام خود کو اسی لئے محفوظ سمجھتا ہے کہ ابھی تک میراڑ، ان اس تک پہنچائی نہیں اور آج کے واقعہ نے تو اس کا ذہن بالکل ہی صاف کر دیا ہو گا۔

”وہ کیا...؟“

”وہی تو بتانے جا رہا تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہاں تو آج شام کو میں اور وحید کیفے ڈی فرانس میں کافی پی رہے تھے اور ہمارا ہزار ایک ڈاکٹر ضرغام کے گروہ کا ایک آدمی بھی ہمارا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور میرے قریب ہی بیٹھا ایک کپ کافی پر اخبار لئے اوٹ گئے رہا تھا۔ میں نے اوپھی آواز میں وحید سے گفتگو شروع کر دی۔“

”اوہ...!“ فریدی کی خاموش ہو کر کچھ سننے لگا۔ ”گاڑی کی آواز۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ چند لمحوں کے بعد حمید نے بھی کسی موڑ کے انجن کی گھر گھراہٹ سنی اور پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑی ہی دیوار پر لاری ان کے سامنے سے گزر گئی جس کی ہیئت لا یعنیں بھی ہوئی تھیں اور پچھلے حصے کی سرسری روشنی بھی عائب تھی۔ تھوڑی دیر بعد فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی اور اسے سڑک پر نکال لایا۔

اس کی کیہی بھی اندھیرے میں آگے بڑھ رہی تھی۔

”تو کیا اس لاری پر...!“ حمید نے پوچھا۔

”قطعاً...!“ فریدی۔

”آپ یقین کے ساتھ اس طرف بہتے ہیں۔“

انہوں نے لاث کیوں بچمار ہی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور پھر میں اس لاری کو دن میر

بھی دیکھے چکا ہوں اور میں نے اس پر جمشید کو بھی دیکھا تھا۔"

"کون جمشید...؟"

"وہی جس سے مل کر ابھی آ رہے ہیں، اس کیفے کامالک۔"

"مگر انہیں میں آپ نے لاری کو کیسے پہچان لیا....؟"

"ریڈیو کا ایریل تم نے کسی لاری یا بس میں آج تک نہ دیکھا ہو گا۔" فریدی نے کہا۔

"اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ریڈیو نہیں بلکہ پرانے قسم کے ٹرانسیور کا ایریل ہے۔" لاری کی گھر مگر ابھت قریب معلوم ہونے لگی تھی۔ اس نے فریدی نے کار کی رفتار پکھ کر دی۔

"آپ نے وہ بات نہیں بتائی جو وحید سے کہی تھی۔" حمید بولا۔

"لاری کی آواز پر کان رکھنا۔" فریدی نے کہا۔

"ہاں تو میں نے بلند آواز میں جولیا کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ میں نے اسے بتایا کہ آج کل پاگل لا کی میرے قبضہ میں ہے، جو مجھے تاریخ کے راستے میں ملی تھی۔ وہ نہ جانے کسی اوث پنگ باتیں کرتی ہے۔ کہتی ہے میری صورت بدلتی ہے۔ کبھی کہتی ہے، مجھے مت مارتا۔ میں تمہیں اپنا غلام سمجھوں گی۔ اپنا پتہ نشان بھی نہیں بتاتی۔ میرا ارادہ ہے اسے پاگل خانے سمجھوادوں دغیرہ دغیرہ۔"

فریدی تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد پھر بولا۔

"میرا اندازہ قطعی درست نکلا۔ انہوں نے آج ہی اسے غائب کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ میرے بیہاں جولیا کی موجودگی سے تاواقف تھے اور ہاں پھر اس کے بعد میں نے ان پاگلوں کی بات چیز کر کھا کر پتہ نہیں کیوں آج کل شہر میں پاگلوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اور اس میں نہ جانے کیا راز ہے۔"

"وہ توبہ نمیک ہے۔" حمید نے کہا۔ "لیکن جولیا کا دوبارہ ان کے ہاتھ لگ جانا بہتر معلوم نہیں ہوتا۔"

"کیوں...؟"

"وہ اس سے ساری باتیں اگلوں کر اسے قتل کر دیں گے۔"

"میں جولیا کو اتنا احتیاط نہیں سمجھتا کہ وہ ساری باتیں اگل دے گی۔"

”آخر آپ اس کے متعلق اتنی خود اعتمادی کے ساتھ کیوں باتیں کر رہے ہیں؟“
”اس لئے کہ وہ بھی اس پلان میں شریک ہے۔“

”میا مطلب....!“ حمید چونکہ کربولا۔

”میں نے اسے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ میں دوبارہ اسے ان لوگوں میں پہنچوں انا چاہتا ہوں۔“
”اس نے انکار نہیں کیا۔“ حمید نے سمجھا نہ انداز میں پوچھا۔

”اے پوری بات سمجھا دی تھی نا؟ اب وہ ان کے سامنے شاندار اداکاری کا مظاہرہ کرے گی۔“
”کیسی اداکاری۔“

”پاگل پن کی کی....!“ فریدی نے کہا۔

”اور میں نے اسے یہ بھی سمجھا دیا ہے کہ وہ بے چوں و چر اس ان کے احکام کی عقلی کرتی
رہے گی۔“

”آپ کچھ کہیں، لیکن مجھے تو اس کی خیریت نظر نہیں آتی۔“

”تم ڈیوٹ ہو.... ابھی کتنے دنوں کی بات ہے کہ تم اسے میری محبوبہ سمجھو بیٹھے تھے۔ اس
غلاظ نہیں میں جلا ہو گئے تھے کہ تمہیں اپنے گھر سے نکالانے کے لئے اسے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس
لئے تمہاری عقل کی تو سند نہیں۔“

”پھر آپ کیوں مجھے میسے الو کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔“ حمید گلوکر کربولا۔

”محض اس لئے کہ کوئی مادہ انواع میں جائے تو تمہارے ساتھ جو زدود۔“

وफٹا آگے جانے والی لاری کی ہیڈ لا ینٹس روشن ہو گئیں اور چھپلی سرخ روشنی بھی نظر آنے
لگی۔ وہ رکی ہوئی تھی۔ اگر فریدی پھر تی سے بریک نہ لگاتا تو اس کی کیڈی لاری سے گلراگنی ہوتی۔
اس نے روشنی میں دیکھا کہ ڈرائیور انجمن کھولے اس پر جھکا ہوا ہے۔ حمید نے گردن اوپنجی کی،
لاری کے اندر بھی روشنی تھی لیکن وہ خالی پڑی تھی۔ فریدی کے ہونٹ بھیخت گئے۔ وہ کار سے اتر
آیا اور ڈرائیور کے قریب جا کر کربولا۔

”تم نے بچ سڑک لاری کیوں کھڑی کر رکھی ہے۔“

”پڑوں ختم ہو گیا ہے صاحب۔“ ڈرائیور درشت بچے میں بولا۔

فریدی کی نظریں لاری کے اندر بھلک رہی تھیں۔

"یہ لاری کس کی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"میں نہیں بتاتا اور کیوں بتاؤ۔ آپ کون ہیں پوچھنے والے؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔" فریدی نے کہا اور ڈرائیور کی سیٹ پر چڑھ گیا۔ اس نے لاری میں لگے ہوئے رینجیو پر ہاتھ پھیرا جس کا اوپری ڈھلن ایک جگہ ہاتھ لگتے ہیں کھنکے کے ساتھ زمین پر آ رہا۔

"اوہ ٹرانسیمیٹر...!" فریدی نے ڈرائیور کو گھوکھ کر کہا۔ "میری جان تم مجرم ہو۔ اس کا لائنس ہے تمہارے پاس۔"

ڈرائیور کے ماتحت پر بل پڑ گئے۔

"خبردار ہاتھ اوپر اٹھاؤ...!" فریدی نے اس کا ہاتھ جیب کی طرف جاتے دیکھ کر ریو اور ٹکال لیا۔ "پچھے ہٹو...!"

فریدی یقینی تھے اتر آیا۔

"آگے بڑھو...!" وہ اسے اپنی کار کی طرف لے جا رہا تھا۔ دفتار کی طرف سے قاتر ہوا اور ڈرائیور چیخ مار کر گر پڑا۔ وہ اونٹھے منہ گرا تھا اور اس کی پیٹھ سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔ فریدی اچھل کر اپنی کار کی اوٹ میں ہو گیا اور اس کے پستول سے بھی ایک شعلہ لکھا۔ پھر اس نے لاری کے اشارث ہونے کی آواز سنی۔ حمید بھی دوڑ پڑا تھا۔ فریدی نے پیٹھے پیٹھے دوسرا فائر کیا لیکن لاری چل پڑی تھی۔

فریدی نے اپنی کار اس کے پیچھے لگا دی۔ لیکن تھوڑی دور گیا تھا کہ پورا جنگل فائر ڈوں سے گوئیں لگا۔ ایک گولی کار کے شیشے سے بھی نکل رہی۔ فریدی بال بال بچلا۔ لیکن حمید کی پیٹھانی شیشے کے ٹکڑوں سے زخمی ہو گئی۔ اگر اس نے سرن جھکایا ہوتا تو شاید آنکھوں ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ پھر کیڈی کے دونوں پچھلے ناٹر زور دار دھماکوں کے ساتھ پھٹ گئے۔ فریدی نے پھرتی سے کار روکی اور پھر حمید کا ہاتھ پکڑ کر جھاڑیوں میں کوہ گیا۔ ابھی تک برابر فائز ہو رہے تھے۔ پھر انہوں نے جھاڑیوں کی اوٹ سے دیکھا کہ چار پانچ متھر ک سامنے آہستہ آہستہ کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"خبردار...!" انہوں نے ایک آواز سنی۔ "اپناریو اور باہر پھینک دو۔"

انہوں نے خالی کار کو اپنے نرخے میں لے لیا اور شاید ان کے ہاتھوں میں رانکلیں تھیں۔
”یاد بڑی چوت ہو گئی۔“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ ”لیکن وہ لوگ بھی کیا یاد کریں گے۔“
دوسری طرف سڑک پر وہ لوگ تاریج کی روشنی میں کار کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے
چہرے سیاہ نقابوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔

”کیوں کیا کہتے ہو؟“ فریدی نے کہا۔ ”بناوں ان کی حجامت...؟“
”میرے خیال میں چپ چاپ چلتے۔“ حمید بولا۔ ”اب تو کار بھی بے کار ہو چکی ہے۔“
”بہر حال بڑی زبردست چوت ہو گئی ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ آج سے میں بھی اپنا شمارِ اعتموں
میں کروں۔“

”بہت پہلے سوچتی تھی یہ بات۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔ ”یہ نکست بھی زندگی بھر یاد رہے گی۔“
”ٹلاش کرو۔“ کار کے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے گرج کر کہا۔ دونوں
دور تک گھنی جھاڑیوں میں گھستے چلے گئے۔

”غمبر اور نہیں فرزند۔“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ ”یہ جگل میرا جانا بوجھا ہے۔“
ایک گولی ان کے سروں پر سے سنتا تی ہوئی نکل گئی اور پھر سارا جگل رانکلوں کی آواز سے
گونج اٹھا۔

فریدی نے پھر روپ اور نکال لیا۔
”سیاکر ہے ہیں آپ۔“ حمید اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ”مفت میں جان دینے سے کیا فائدہ۔“
”عادت... مجبور ہوں۔ گولیوں کی آواز سن کر طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے۔“
”خدار امیرے اور اپنے ہونے والے بال بچوں پر ترس کھائیے۔“
”چپ...!“ فریدی نے کہا اور آوازوں کی طرف فائر کر دیا۔ ایک چینی سائی دی اور فریدی
بڑھ لیا۔ ”ہات تیرے کی۔“

پھر اس نے حمید کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا۔
وھٹا فریدی نے ایک زور دار چینی ماری اور راستہ کاٹ کر جھاڑیوں کے دوسرے سلٹے میں
گھس گیا۔

”کیا ہوا...!“ حمید گھبرا کر بولا۔

”چلے آؤ چپ چاپ۔ اُو کہیں کے۔“ وہ نہ رہا تھا۔



دوسری دن صبح حمید بہت زیادہ بور نظر آرہا تھا۔ پچھلی رات کی بدحواسیاں ابھی تک اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں بھائیم بھاگ پیدل چل کر گھر تک پہنچے۔ حمید تو وہ ایک جگہ گرا بھی تھا اور چوٹیں بھی کھائی تھیں۔ لیکن وہ سب معمولی تھیں۔

فریدی کا مودہ زیادہ خراب تھا۔ شاید یہ اس کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اس نے نبیری طرح تھکت کھائی تھی۔ وہ چپ چاپ ایک آرام کرسی پر آئیں بند کئے لیٹا تھا۔ پچھہ دیر قبل اس نے ایک کپ کافی منگوائی تھی، جو رکھے ہی رکھے شہنشہ ہو گئی تھی۔ ادھ جلا سگار اس کی انگلیوں میں دبا ہوا تھا اور اب اس میں سے دھونیں کی لکیر بھی نہیں نکل رہی تھی۔

”اب ایشیا کا شر لاک ہومز کیا سوچ رہا ہے۔“ حمید نے بیٹھے بیٹھے چکلی لی۔

فریدی نیم پاز آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر کچھ اس قسم کی مسکراہٹ تھی جیسے وہ اس وقت مسکرانے میں بھی کامیاب محسوس کر رہا ہو۔

”مجھے شر لاک ہومز کہہ کر میری توپیں نہ کرو۔“ اس نے مشتعل آواز میں کہا۔

”زرکت تو آپ سے اسی قسم کی سرزد ہوئی ہے اور اب دل چاہتا ہے کہ آپ کو آرام کرسی والے سراغ رسال کا خطاب دیا جائے۔“

”دل کھوں کر کہہ لو فرزندِ جہنہ..... میں بھی انسان ہی ہوں۔ آخر تم مجھ سے غلطی کی توقع کیوں نہیں رکھتے۔“

”تو بہر حال آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”تم اس طرح پوچھ رہے ہو جیسے تم نے حقیقی میری غلطی پکڑ لی ہو۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ میں نے غلطی کہاں پر کی ہے۔“

”آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے وہ کوئی بڑی ڈھکی چھپی غلطی ہو۔“

”بتاؤنا آخر....!“ فریدی نے بجھا ہوا سگار سلاگاتے ہوئے کہا۔ اب وہ کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور اس کے پھرے سے کامیاب تھکن کے آثار بالکل غائب ہو گئے تھے۔

”کسی پھر عال کے کینپے سے رجوع فرمائیے۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔

"میں تمہیں اس سے زیادہ نہیں سمجھتا۔"

"اچھا تو چھا کال....!" حمید تلاکر بولا۔ "آپ نے جو لیا کو ان کے حوالے کل کے ملی بھائی گفتگی کی ہے۔"

"خدای قسم ایک سال کا پچ بھی سیکھتا۔"

حمد مند بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"میں نے دراصل جمیل سے مل کر بڑی غلطی کی ہے۔" فریدی سمجھیدگی سے بولا۔

مجھے اس سے نہ ملتا چاہئے تھا اور پھر آر تھر کے تذکرے نے انہیں بہت بُری طرح چونکا دیا ہوا گا۔ بہت ممکن ہے کہ اس سے ضرغام کو اپنی خطرناک پوزیشن کا خیال بھی آگیا ہو۔ ایک گھونے میں کسی کا سر پھوڑ دینا بڑی حرمت اگریز حرکت ہے۔ اس قسم کے واقعات ساری زندگی یاد رہتے ہیں۔ ضرغام کو کم از کم اس کے متعلق تو یقین ہو گیا ہو گا کہ جو لیا نے اس کا تذکرہ مجھ سے ضرور کیا ہوا گا۔ لاری کا اس طرح خالی ہو جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ضرغام تو کم از کم میری اسکیم سے وقف ہو گیا تھا اور وہ لاری.... مجھے دھوکہ دینے کے لئے شروع ہی سے خالی رکھی گئی تھی۔ جو لیا کو وہ لوگ کسی اور راستے سے لے گئے، لیکن انہوں نے غلطی سے اس میں ٹرانسیسٹر لگانے دیا ورنہ انہیں اتنی گولیاں بھی برداشت کرنی پڑتیں اور میں سید حاسادھا اکو بنا ہوا گھر واپس آ جاتا۔

حمد خاموش بیٹھا اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"بہر حال اب جو لیا کی خیریت نظر نہیں آتی۔" حمید مفہوم بانہ انداز میں بولا۔

"اب میں بھی سیکھ رہا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"تو پھر اب کیا کریں گے۔"

"ضرغام کی گھر انی جاری ہے۔" فریدی تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ "مفت میں ایک دوسرا خون

اور ہوا۔ میری گولی ٹھیک نشانہ پر بیٹھی تھی۔"

"مگر وہاں جگل میں کوئی لاش نہیں ملی۔ حتیٰ کہ خون کے دھبے بھی منادیے گئے ہیں۔"

"آپ کو کس طرح معلوم ہوا۔" حمید نے کہا۔

"یہ قوف آدمی میں تمہاری طرح سوتا نہیں رہا۔ آخر گاڑی کی تلاش میں بھی تو جانتا ہی تھا۔"

"تو کیا وہ مل گئی۔" حمید نے پوچھا۔

”قطیعی مل گئی ہے۔“

”کہاں ہے۔“

”کیراج میں۔“

”اتی جلدی لائے کس طرح۔ اس کے تو دونوں نائز پچھت گئے تھے۔“ فریدی بہنے لگا۔

”آؤ میرے ساتھ ہے...!“ فریدی اٹھتے ہوئے بولا۔

وہ اسے گیراج میں لا لیا۔ کیڈی وہیں کھڑی تھی۔ اس کے دونوں نائز بالکل صحیح و سالم تھے۔

”ارے....!“ حمید کی نظریں بے ساختہ و غذا سکریں کی طرف اٹھ گئیں۔ ”یہ ثوٹ گیا تھا۔

بجھے اچھی طرح یاد ہے اور اس کے نکلوڑوں سے میری پیشانی زخمی ہوتی تھی۔“

”قطیعی ثوٹ گیا تھا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”پھر اتنی جلدی۔“

”حمید صاحب وہ بڑے ذہین لوگ ہیں۔“ فریدی نے قہقہہ لگایا۔

”یہ بجھے اسی جگہ اسی حالت میں ملی ہے۔“

”آپ مذاق کر رہے ہیں۔“

”مگر اس پر نائز بھی چڑھا دیے گئے ہیں۔“

”تب تو یقیناً وہ لوگ پاگل ہیں۔ جو لیا ٹھیک کہتی ہے۔“

”وہ تو نہیں لیکن تم ضرور پاگل ہو۔“

”کیوں....!“

”انہوں نے میرے منہ پر وہ چائٹا مارا ہے کہ زندگی بھریا درہے گا۔“

حمد متحیر ان نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”انہوں نے کل رات کے حداثہ کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا۔“ فریدی پر خیال انداز میں بولا۔

لہذا میں سرکاری طور پر اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ حد ہو گئی۔ بعض درختوں کے تنے

چھٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح انہوں نے ان پر لگی ہوتی گولیوں کے

نشانات مٹائے ہیں اور نشانات کچھ اس قسم کے بنائے گئے ہیں جیسے کسی نے درختوں کی گوند اکٹھا

کرنے کے لئے ان کے تنے چھیل دیئے ہوں۔ حمید صاحب بڑا منظم گردہ ہے بلکہ اسے میں

الاقوای گروہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کیونکہ ہنگری میں انہوں نے شوان ناہی آدمی سے کام لیا تھا۔“
حمدہ بڑی طرح پکڑا گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فریدی اس طرح نکلت کھائے گا
اور اس نکلت کے افسوس سے زیادہ اسے جولیا کے انعام کا خیال ستارہ تھا۔ ان لوگوں نے اسے
زندہ نہ چھوڑا ہو گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر فریدی کو اسے دوبارہ ان لوگوں تک پہنچانا تھا تو اس کے
لئے خود اس کا گمراہ موزوں نہیں تھا۔ کسی اور ذریعہ سے بھی یہ کام بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ اسے
گھومنے پھرنے کے لئے بالکل آزاد چھوڑ دیا جاتا اور پھر اس طرح وہ ان لوگوں تک پہنچتی جاتی
کیونکہ ان کے آدمی سارے شہر میں بکھرے ہوئے تھے۔ اس صورت میں پرده نشین عورتوں کے
نقاب بھی نہ نوچے جاتے۔“

”تواب فی الحال آپ کے ذہن میں کوئی سکیم نہیں۔“ حمید نے تھوڑی دری بعد پوچھا۔
”فی الحال میرا ذہن کسی جیلیل کی سطح کی طرح صاف ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔“ اور اس
پر تین خیالات کی سبک رفتار بٹھیں تیر رہی ہیں۔“

”آپ جیسا ذیت پسند بھی آج تک میری نظروں سے نہیں گزر۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔
”زندگی میں ایسے بے شمار واقعات پیش آتے ہیں۔“ فریدی نے پر سکون لبھ میں کہا۔“ اگر
آدمی ہر ایک پر مغموم ہو کر بیٹھ جائے تو اسے میر اتنی میریا قابلی بدایوں کیہیں گے۔“

”آپ کے لبھ میں سفاکی ہے۔“ حمید نے کہا۔“ مجھے اس بے چاری ...!“

”مجھے بھی اس سے ہمدردی ہے۔“ فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔

”لیکن تم ہی بتاؤ کہ اسی صورت میں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اس کی حفاظت ...!“ حمید بولا۔

”اس کی طرف سے تو میں قطعی مطمئن ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”نہ جانے آپ کس بناء پر مطمئن ہیں۔“ حمید جھنجلا کر بولا۔

”یہ نہ بھولو کہ اس کام کے لئے ہنگری سے لا یا گیا تھا۔ جلا ہنگری تھی کیوں یورپ کا
کوئی اور ملک کیوں نہیں اور انہوں نے تفریحیا محض تجربے کے لئے اس کی شکل تبدیل کی تھی تو
اس کے لئے اتنے لئے سفر کی کیا ضرورت تھی۔ نہیں سے کسی لڑکی کو پکڑ لیتے۔ کسی بد صورت
لڑکی کو جسے اپنی بد صورتی کا غم رہا ہوتا۔ بد صورت لڑکیاں عموماً اپنی بد صورتی پر مغموم رہا کرتی

ہیں۔ کوئی نہ کوئی اس حرم کی بد صورت لوگی نہایت آسمانی سے اس تجربے کے لئے تیار ہو جاتی۔“ حمید خاموشی سے فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔ فریدی کی یہ دلیل اس کے ذہن میں جرپکڑنے لگی تھی۔ وہ خود سوچ رہا تھا کہ وہ لڑکی ہنگری سے کیوں لائی گئی۔

”بہر حال....!“ فریدی بولا۔ ”وہ قطعی محفوظ ہے اور میری پدایت کے مطابق وہ ان کے کہنے پر عمل کر رہی ہو گی۔“

”وہ سب کچھ بے چون وچرا سیکھ رہی ہو گی، جو وہ اُسے سمجھاتا چاہتے ہیں۔“ تھید سوالیہ انداز میں بولا۔

”اچھا تو کیا اب تک تم انہیں پاگل ہی سمجھ رہے ہو۔“

حمد پچھے نہ بولا۔ وہ بدستور خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس سازش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ بہتری سازشوں سے اس کا سابقہ پڑپا تھا۔ لیکن ایسی سازش سے دوچار ہونے کا پہلا اتفاق تھا اور وہ تذبذب میں تھا کہ اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب بھی ہو سکیں گے یا نہیں۔ سب سے زیادہ ابھن اسے اس بات کی تھی کہ ابھی تک اس کیس کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں تھی۔ ناشتے کی میز پر وہ دونوں خاموش رہے اور آفس جاتے وقت راستے میں بھی ان میں کوئی گفتگو نہیں ہوتی۔ فریدی کے ماتحت پر سلوٹس ابھری ہوتی تھیں اور وہ بار بار کینڈی کے سیٹ پر پہلو بدلتا تھا۔ حمید کو یاد نہیں پڑ رہا تھا کہ وہ خود اپنی زندگی میں کبھی اتنا سمجھیدہ ہوا ہو۔ اسے صحیح معنوں میں جولیا سے ہمدردی تھی۔ اکثر راتوں میں جب وہ کروٹ لیتے وقت کراہتی تو اس کے معنوں میں کوڑے کے نیلے اور سیاہ داغ ابھر آتے۔ ایک رات اس نے اسے بے خبری میں روتے نہ تھا جب وہ جگائی گئی تو اس نے یہ سن کر پہنچا شروع کر دیا تھا کہ وہ تیند میں رورہی تھی۔ حمید کو اس وقت ایسا لگا چیز کی نے اس کے دل پر گھونسہ مار دیا ہو۔ کتنی خوش مزاج لڑکی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اپنی اصل شکل میں اور زیادہ حسین لگتی رہی ہو۔ اس کے ساتھ کتنی بڑی ٹریجندی ہوتی تھی لیکن وہ پھر بھی نہتی تھی۔ بے تھا شہ قبیلہ لگاتی تھی اور نہتے وقت شاید یہ بھول جاتی کہ وہ اپنے دملن سے کالے کوسوں دور پڑی ہوتی انجانے خادمات کے تھیڑوں میں اور اُدھر بہتی پھر رہی ہے۔ حمید نے ایک سکلی سی لی اور کھڑکی پر سر نیک کر آنکھیں بند کر لیں۔ آفس میں پہنچ کر وہ دونوں اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ حمید کی میز فریدی کی میز سے کچھ فاصلے پر تھی۔ وہ سر جھکائے

فانکوں میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کے ماتھے پر ابھری ہوئی سلوٹیں اور آنکھوں کی بے چینی صاف بتاری تھی کہ اس کا ذہن فانکوں سے کہیں دور بچک رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک چپڑا اسی فریدی کی میز پر فائل رکھ گیا جس پر اشد ضروری کی سلپ لکھی ہوئی تھی۔ فریدی نے دوسرے فائل الگ رکھ دیئے اور نئے آئے ہوئے فانکوں کی ورق گردانی کرنے لگا۔ دفاتر حمید نے اسے بے تحاشہ چونکتے ہوئے دیکھا۔

"اوہ میرے خدا....!" فریدی کے منہ سے بے اختیار نکلا اور فائل بند کرنے کے بعد سر پکڑ کر بینچ گیا۔ وہ خالی نظروں سے حمید کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسی دیرانی حمید نے اس کی آنکھوں میں پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس کے سارے جسم میں خوف کی شہنشاہی لہر دوڑ گئی۔ قبل اس کے کہ وہ فریدی کو مخاطب کرتا۔ فریدی فائل اٹھا کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ پھر حمید نے اسے ڈی آئی جی کے کمرے میں جاتے دیکھا۔ حمید اس کے غیر متوقع روایت کے متعلق الجھن میں پڑ گیا۔ اس نے کبھی فریدی کو اتنے تجھر کے عالم میں نہیں دیکھا تھا۔ حمید بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ فریدی واپس آیا تو اس کے چہرے سے ٹکر مندی کے سارے اثرات دور ہو چکے تھے اور اس کی آنکھوں میں پہلے چینی خود اعتمادی کی جھلک نہیاں تھیں۔

"آؤ چلیں۔" وہ حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ وہ فائل ابھی تک اس کی بغل میں دبا ہوا تھا۔

"کہاں؟ اور یہ فائل؟"

"ہم گھر چل رہے ہیں۔" فریدی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ حمید چپ چاپ اس کے پیچے ہو لیا۔ اس کی الجھن اور بڑھ گئی۔

"میں تمہیں خوش نظر آ رہا ہوں تا۔....!" فریدی نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے حمید سے پوچھا۔ سوال بڑا عجیب سا تھا۔ بہر حال حمید صرف بے دلی ہے سر کو ہلاک کر رہ گیا۔ "میں تمہیں کچھ بے دوقوف بھی معلوم ہو رہا ہوں گا۔"

"میں اس وقت پہنچنے کے موڑ میں نہیں ہوں۔" حمید بے زاری سے بولا۔

"اونہ.... میں آج تمہاری زبان سے یہ کیا سن رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "کہیں میں خوشی کے مارے عقل مند نہ ہو جاؤں۔"

"آخر آپ نیک بیک چپکے کیوں گلے؟" حمید نے زہر میلے لجھ میں کہا۔

”مجھے اپنی بگالت پر رونا نہیں آتا۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیوں نکل وہ میری ہی طرح ہیں۔ اگر میرے ہونٹ سور کی تھوڑی تھی جیسے ہوتے تو میں انہیں کاٹ کر پھینک شدتا۔“

”تو اس وقت تو آپ کسی علامہ دل جطے اویب کی سی باتیں کر رہے ہیں۔“

”حمدیہ بنی میں دنیا کا احمق ترین آدمی ہوں۔“

”کتنی بارہ بہاریئے گا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے۔“ حمید نے ہنس کر کہا۔ ”لیکن میں اس وقت وجہ نہیں پوچھوں گا۔“

”تم پوچھو یا نہ پوچھو...! اس وقت میں اپنی حماقتوں کا قصیدہ پڑھنے کیلئے بے تاب ہوں۔“

”شاید آج آپ نے بھی کچھ شوق فرمایا ہے۔“

”نہیں پیدا میں نئے میں نہیں ہوں، بلکہ اس پلے عقاب کی حیثیت مجھ پر روشن ہو گئی ہے۔“

”کیا مطلب...!“ حمید یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا۔

”پہلا عقاب یوہ بھیا کے خاندان کے امتیازی نشان ہے۔“

”یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تھا۔“

”یہ تو مجھے پہلے ہی معلوم تھا۔ لیکن میرے ذہن نے اتنی بھی جست لگانے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ جو لیا کا ہنگری سے تعلق ہونا اس کے سو فیصدی امکانات پیدا کر رہا تھا۔ مگر انسانی ذہن ہے دھوکہ کھا دی گیا۔“

”آخر آپ صاف کیوں نہیں بتاتے۔“

”اس قائل کو دیکھو...!“ فریدی نے کہا۔

حمید قائل کھولتے ہی اچھل پڑا۔ اس کی نظریں ایک تصویر اور اس کے نیچے کی تصویر پر جھی ہوئی تھیں۔

”اڑے یہ تو جو لیا ہے۔“ وہ بے ساختہ بولا۔ ”مگر... مگر...!“

”تھی نہیں...!“ فریدی کے ہونٹوں پر ایک نکلی سکراہٹ پھیل گئی۔ ”یوہ بھیا کی شہزادی بورا زیان۔“

”مگر یہ تو جھ... جو لیا...!“ حمید پھر ہکلایا۔

”نہیں جتاب یوہ بھیا کی شہزادی بورا زیان۔“ فریدی ہونٹ سکیڑ کر بولا۔ ”جو لیا کو اس کا ہم

شکل بنایا کیا ہے۔ آگے دیکھو اس کے باپ کی تصویر ہے، جو بوہمیا کا موجودہ حکمران ہے۔“
”میں سمجھ گیا۔۔۔ بالکل سمجھ گیا۔“ حید بے اختیار چیز پڑا۔
”کیا سمجھ گیا۔۔۔؟“

”اصلی شہزادی بورا زیانہ کو غائب کر کے اس کی ہم شکل جو لیا کو نظری شہزادی بنایا جائے گا۔“
”یہ تو میں بھی سمجھ گیا ہوں۔“ فریدی نے پر خیال انداز میں کہا۔ لیکن اس میں کمی زبردست
گھٹیاں ہیں جن کا سلجنھانی الحال بہت مشکل نظر آتا ہے۔ تھہرہ جلدی نہ کرو۔ گھر پہنچ کر اطمینان
سے گھنٹو کریں گے۔ ابھی بہت وقت ہے۔“



گھر پہنچ کر فریدی نے باور پھی سے کافی بنا نے کو کہا اور فسل کرنے چلا گیا۔ حید کی جھنجڑاہٹ
پھر بڑھ گئی۔ وہ اس موقع پر زیادہ سے زیادہ باتیں کرتا چاہتا تھا۔ آخر اس معاملے کے صاف
ہو جانے کے باوجود کون سی گھٹیاں باقی رہ جاتی ہیں جن کا سلجنھانہ فریدی کی دانت میں آسان
نہیں۔ فریدی فسل سے قارغ ہو کر ناشتے کی میز پر جم گیا۔ کافی تیار ہو چکی تھی۔ کپتالی سے اٹھنے
والی بھاپ کے ساتھ ساتھ اس کی ہلکی ہلکی خوشبو کرے میں پھیل رہی تھی۔ فریدی نے ایک
کپ حید کے آگے سر کا دیا۔ اس کے انداز سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا میںے اس نے کچھ دیر قبل کوئی اہم
بات ادھوری نہیں چھوڑی تھی۔

حید کا غصہ تیز ہو گیا۔ فریدی اس کی طرف گلکھیوں سے دیکھ کر مسکرا دیا۔

”اب اس دز دیدہ نگاہی میں جان نہیں رہ گئی۔“ حید جل کر بولا۔

”ایمانہ کھو دستہ میرا دل ٹوٹ جائے گا۔“ فریدی نے خاص رومنی انداز میں کہا۔
”میں کہتا ہوں وہ گھٹیاں۔“

”میں پوچھتا ہوں تم نے فائل کا مطالعہ کیا ہے یا نہیں۔“

”کر لیا۔۔۔!“

”کیا سمجھے۔۔۔؟“

”وہی جو کچھ پہلے کہہ چکا ہوں۔“

”اس کے علاوہ کوئی قابل اعتراض بات۔“

"مکوئی نہیں....!" حمید نے جھپٹلا کر کہا۔

"جب تو تم پر ہزار بار پھٹکا رہے گے! فریدی نہ اسامنہ بنائے کرو۔" میں تمہیں اتنا بدھو نہیں سمجھتا تھا۔ آخر تمہارے والدین نے تمہارا نام الوکیوں نہیں رکھا۔"

"بُنھی ہے آپ کی۔"

"نہیں میں اکثر سمجھ دی گئی سے اس بات پر غور کرتا ہوں کہ تم روز بروز گاؤڈی کیوں ہوتے جا رہے ہو۔"

"اس مسئلے پر پھر کبھی غور کر لجھے گا۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"خیر کافی پیو درست شختہ ہو جائے گی.... ذرا دھرم سے سگار اٹھادیں۔"

فریدی نے تھوڑے توقف کے بعد سگار سلاکتے ہوئے کہا۔ "جب کہیں کا کوئی بادشاہ یا حاکم کسی دوسرے ملک جاتا ہے تو اس کے استقبال کی کتنی تیاریاں ہوتی ہیں اور تم نے کبھی کسی مملکت کے وزیر اعظم یا بادشاہ کے متعلق یہ نہیں سنایا ہوا کہ اس نے کسی دوسرے ملک کی حکومت سے یہ استدعا کی ہو کہ اس کی آمد کو راز میں رکھا جائے۔ نہ توانیات میں خبریں شائع ہوں اور نہ ان کی تصاویر، استقبال بھی نہ کیا جائے۔"

"واقعی ایسا بھی نہ میں نہیں آیا۔" حمید نے کہا۔

"تم نے فائل کا مطالعہ کیا ہی نہیں۔" فریدی اسے گھورتے ہوئے بولا۔ "شروع سے اب تک بورا زیان کی تصویر دیکھتے رہے۔ نہ جانے کب آدمی بنو گے یا۔ اب میں تمہیں حقیقی کتوں کے ساتھ باندھتا شروع کر دوں گا۔"

"اس وقت آپ پر اتنی عکسندی کیوں سوار ہو گئی ہے۔" حمید نہ اسامنہ بنائے کرو۔ "اپنا بیان جاری رکھئے۔"

"اوہ ہو یہ انداز۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "خیر تم نے فائل کا مطالعہ نہیں کیا۔ بوسیما کا بادشاہ اپنی لڑکی سمیت اس طرح ہمارے ملک میں داخل ہو رہا ہے۔ مقصد یہ دیساخت ہے۔ اس رازداری کے لئے اس نے جو عذر لنگ پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ پریس کے نمائندوں کی بھیز بھائیز سے گھبرا تاہے۔ سیر دیساخت میں وہ استقبال جیسے رکی ڈھکوں کا قائل نہیں، ایسے موقعوں پر وہ ایک معمولی انسان کی طرح لطف اٹھانا چاہتا ہے۔"

”ہو سکتا ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”بہترے بڑے آدمی بھی چاہتے ہیں۔“

”چاہتے ہوں گے۔“ فریدی بجھا ہوا سگار سلاک کر بولا۔ ”لیکن میسون صدی کے بادشاہوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔“

”مگر دنیا کا ہر انسان چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا ہو بعض اوقات بھی چاہتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر دلچسپی میں دل کھول کر آزادی سے حصہ لے سکے۔ ممکن ہے وہ آج کل عام ذہنی سطح پر آگیا ہو۔“

حمید نے کہا۔

”قطعی ناممکن ہے۔ ذہنی سطح اور چیز ہے۔ اے بعض اوقات خیالات ہی تک محمد و درہ تا پڑتا ہے۔ بعض مجبوریاں اسے عملی جامد نہیں پہنچ دیتیں۔ بادشاہوں کے ساتھ جان کا خوف بھی تو لگا رہتا ہے۔“

”تو گویا آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بادشاہ بھی نعلیٰ ہے۔“

”میں یہ قطعی ثابت نہیں کرنا چاہتا۔“ فریدی نے کہا۔

”اصلی ہو یا نعلیٰ اسے جان کا خوف تو ہوتا ہی چاہئے۔“

”دوسری بات....!“ حمید اپنے پاسپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

”ممکن ہے اسے اس سازش کا علم ہو گیا ہو۔ اس نے احتیاطی اقدام کے طور پر اپنی آمد کو راز میں رکھنے کی استدعا کی ہو۔“

”مگر یہ زیادہ دور کی نہیں لائے۔“ فریدی نے خس کر کہا۔ ”اگر اسے سازش کا علم ہو گیا تھا تو وہ یہاں آیا ہی کیوں اور پھر اس نے یہ استدعا قاہرہ کے دوران قیام کی ہے، وہ اپنے ملک سے روائی کے بعد قاہرہ میں بھی خبر ہے اب یہ بتاؤ کہ اس نے یہ استدعا اپنے ملک سے روائی کے وقت کیوں نہیں کی تھی ہے.....!“

”اس سے تو میرے نظریے کو تقویت پہنچتی ہے۔“ حمید میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

”یعنی....!“

”یعنی یہ کہ اسے اس سازش کا علم قاہرہ کے دوران قیام میں ہوا۔“

”تب تو اسے وہیں سے واپس لوٹ جانا چاہئے تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”تم جو بعض اوقات بچوں کی سی باتیں کرنے لگ جاتے ہو۔ ارے میاں اگر وہ اس سازش

کا علم ہو جانے کے بعد بھی یہاں آ رہا ہے تو اس سے بڑا پاگل شاید روئے زمین پر نہ مل سکے اور پھر دوسری بات یہ کہ اگر اس پر سیر و سیاحت کا بھوت اس طرح سوار تھا تو اس نے یہ خواہش کیوں کی ہے کہ اس کے لئے مخصوص انتظامات نہ کئے جائیں۔ ایسی صورت میں تو اسے اپنی حفاظت کے لئے فون کا ایک پورا وستہ مانگنا چاہئے تھا۔

جمید بھی چکرا کر رہا گیا۔

فریدی کے دلائل بہت وزنی تھے، لیکن وہ تو بادشاہ کے نعلیٰ ہونے کے متعلق بھی کوئی بات دُوق کے ساتھ کہنے سے انکار کر چکا تھا۔ پھر آخر اس گور کو دھنے کا کیا مطلب؟

جمید کو خاموش دیکھ کر فریدی نہیں پڑا۔

"یہ معاملہ اتنا سیدھا سادا نہیں ہے جتنا تم سمجھتے ہو۔" اس نے دوسری پیالی لبریز کرتے ہوئے کہا۔ "اور چیزوں ابھی کافی وقت ہے۔"

"کیسا وقت....!" جمید نے کہا۔

"ان کا یہاں اب چار بن کر پھیس منٹ پر پہنچ رہا ہے۔"

"آج...!" جمید کے لہجے میں حرمت تھی۔

"ہاں....! ابھی تم سمجھنے باتی ہیں۔ فخر مت کرو۔"

"تو آپ کیا کریں گے؟"

"پھر وہی احتمالوں کی ہی باقی، ارے یہ فائل میرے پر دیکھوں کیا گیا ہے۔"

"تو گویا قرعہ قال بنام من دیوانہ نزدند....!" جمید نے ہونٹ پھینک ہوئے کہا

"قطیعی....!" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "ان کی حفاظت ہمارے ہی ذمے آپزی ہے۔"

"مگر انہوں نے تو استدعا کی ہے۔"

"کی ہوگی۔" فریدی نے کہا۔ "ہماری حکومت ان کی طرف سے مطمئن نظر نہیں آتی۔"

"میا کیا قلب ایساں کھاتی ہیں.... اس کیس نے بھی۔"

"ویکھو! ابھی اور کتنی کھاتا ہے۔"

"بھیج عقل چکرا گئی ہے۔"

مگر میں نے پہلے عاقب کو سمجھ معمتوں میں اہمیت دی ہوتی تو بھیری گئیں اسی وقت سمجھ جاتی۔"

"وہ کس طرح۔" حمید نے پوچھا۔

"قوی اور خاندانی نشان کی انسائیکلو پیڈیا میں، میں نے اس کے متعلق پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ کاش مجھے یہ بھی معلوم ہوتا کہ یوہیما کی آئندہ حکمران لڑکی ہو گی۔ بورا زینانہ کا ہام میں نے جو لیا کی زبانی ناتھا لیکن نہ جانے کیوں میں نے اسے اہمیت نہ دی۔"

"تعجب ہے کہ آپ اتنا بھی نہیں جانتے تھے۔"

"تو گویا آپ جانتے تھے۔" فریدی نے ہونٹ سکوڑ کر کھا۔

"میں بھلا کیا جانتا۔ میں تو تھہرا ایک گاؤ دی۔"

"اور میں کون ڈائیل کے متعلق خیز جاسوس شر لاک ہو مز کی طرح ہو۔ داں ہوں، جو آنکھ بند کر کے اور سڑا سپاپٹ منہ میں دبا کر ساری دنیا کے حالات بتا دیا کرتا تھا۔"

"پھر بھی آپ کو اتنا تو معلوم ہوتا چاہئے تھا۔"

"یوہیما جیسے بیتھرے پس باندھ ملکوں کے متعلق میں بھی کچھ نہیں جانتا۔"

"تب آپ ایک اچھے سراغ رسائیں بن سکتے۔" حمید اسے تاؤ دلانے لگا۔

"شکریہ.....!" فریدی ہنس کر بولا۔ "اب میں ایک اچھا سراغ رسائیں بننے کی کوشش کروں گا۔ اچھا بھی..... اب انہوں چلنے سے پہلے ہم تھوڑا سا میک آپ بھی کریں گے۔ کیونکہ وہاں ضرغام کے آدمی ضرور ہوں گے۔"

"مگر افسوس ہے کہ آپ یوہیما.....!" حمید اٹھتے ہوئے بولا۔

فریدی ہنس پڑا۔

"بہنے کی بات نہیں واقعی افسوس معلوم ہوتا ہے۔"

"افسوس تو مجھے بھی ہے جلدی کرو۔"

دونوں نے اپنی شکلیں تبدیل کیں۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کے چھٹے لگائے اور ایک ٹیکسی کر کے ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی سازھے تین بجے تھے اور جہاز آنے میں پہنچنے کی دیر تھی۔ یہ لوگ سب سے پہلے مسافروں کے کمروں کی طرف گئے جن میں بہت زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ فریدی مجسنانہ انداز میں ہر ایک کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکل آئے۔

"ابھی تو خیریت نظر آئی ہے۔" فریدی نے کہا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔ جہاز کی آمد میں صرف پچھس منٹ باقی رہ گئے تھے۔

"کیا وہ کسی خاص ہوائی جہاز سے آ رہے ہیں؟" حمید نے پوچھا۔

"میں ایک معمولی مسافر بردار جہاز ہے۔ کہہ تو دیا کہ وہ معمولی آدمیوں کی طرح آ رہے ہیں۔"

"نہ جانے کیا راز ہے۔"

"جو کچھ بھی ہو ظاہر ہو جائے گا۔" فریدی نے کہا۔ "اور میرا خیال ہے کہ وہ کسی ہوٹل میں

نہیں گے۔ حمید صاحب اگر انہیں اس سلاش کا علم ہو گیا ہو تا تو کسی ہوٹل میں تو بھی نہ تھہر تے۔"

"بہر حال ان دونوں کی شخصیتیں بھی بڑی پر اسرار ہیں۔"

"مسافروں کا استقبال کرنے کے لئے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن ان میں زیادہ تر عورتیں ہی نظر آتی ہیں۔ مردوں میں صرف ہوائی اڈے کے عملہ کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"تو کیا آپ ضر غام یا اس کے ساتھیوں کی جلاش میں ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"شاید.....!"

"لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ان کی آمد سے باخبر ہوں۔ قاہرہ سے اس قسم کی پدائیت یا استدعا کرنے کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ بوہیما سے چلتے وقت ان کا پروگرام نہیں تھا۔ ورنہ وہ اس کی استدعا کرتے میرا خیال تو یہی ہے کہ ضر غام وغیرہ اس سے باخبر نہیں۔"

"ممکن ہے۔ تمہارا خیال صحیح ہو۔" فریدی نے کچھ سوچنے ہوئے کہا۔

تحوڑی دیر کے بعد ڈچ ایئر لائن کا دیوبنکر مسافر بردار جہاز فضا میں چکر کاٹتا ہوا دکھائی دیا اور پھر نیچے اتر آیا۔ مسافر اتنے لگے۔ استقبال کرنے والے اور ہوٹلوں کے اجنبی بے تحاشہ ان کی طرف دوڑنے لگے۔

بوہیما کے بادشاہ کو پہچان لینے میں انہیں کوئی دشواری نہ ہوئی کیونکہ وہ بڑی دیر تک اس کی تصویر کو دیکھتے رہے تھے۔ وہ ایک معمر گر توی الجیش آدمی تھا۔ چہرے پر گھنی اور چڑھی ہوئی موچیں تھیں۔ آنکھوں پر بلکے سرمی رنگ کی عینک لگائے تھے۔ پیشانی بہت کشادہ تھی اور سر پر سفید رنگ کے گھنکھریاں بال تھے۔ اس کے ساتھ بورا زیانہ بھی تھی۔

”خدائی حتم اس میں اور جولایا میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔“ حمید آہستہ سے ہڑبڑایا اور فریدی آگے بڑھا۔

شہ بوہیما کے پیچھے ہوٹلوں کے ایجنت لگ گئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا صاحب ہوٹل ڈی فرانس، اعلیٰ انتظام، شاندار جگہ، دنیا کے بڑے بڑے لوگ تھے ہیں۔ گھر کا سا آرام، ونڈر فل لا نف۔“

دوسرے ریکھ رہا تھا۔ ”ے پول ہوٹل بادشاہ ہوں کے تھہرنے کی جگہ۔ عظیم الشان کمرے۔“

”تو پھر کیا خیال ہے۔“ حمید نے فریدی سے پوچھا۔

”ا نہیں ہوٹل میں نہ تھہرنا چاہئے۔“

”اچھا.....!“ حمید نے کہا اور خود آگے بڑھ کر ایجنتوں کی بھیڑ میں گھس گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”پائیوٹ انتظام، ہوٹل سے بڑھ کر شاندار اور آرام دہ شاندار کرے۔ شاندار پائیں باغ، دل بہلانے کے لئے عظیم الشان لاپتھری، اندر وین خانہ حتم کے سارے کھیل، عدہ نسل کے بہترین اور سیدھے سادھے کئے، نہانے کے لئے شاندار اور خوبصورت تالاب۔ دنیا بھر کے لذیغ ترین کھانے وغیرہ وغیرہ۔“

فریدی اس کی اس حرکت پر مکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

حمد محسوس کر رہا تھا کہ شہ بوہیما کی کانوٹ نہیں لے رہا ہے۔ وہ چپ چاپ جہاز کے ایک

آدمی کے ساتھ مسافر خانے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”کیا آپ نے پہلے ہی کوئی انتظام کر لیا ہے۔“ حمید نے اس سے پوچھا۔

”نہیں.....!“

”تو پھر میرے ساتھ چلئے۔“ حمید نے کہا۔ ”آپ جیسے بالیق اور شاندار آدمی کے لئے وہی

تجھے مناسب رہے گی۔“

وہ کوئی جواب دیے بغیر چلتا رہا۔ پھر مسافر خانے کے قریب پہنچ کر ہوٹل ”ڈی فرانس“ کے

ایجنت سے باتیں کرنے لگا۔ حمید صرف اتنا ہی سن پا چکا تھا۔ ”ہم غسل کرنے کے بعد چلیں گے۔“

پھر وہ ایک کرے میں مز گئے، جو بالکل خالی تھا۔ حمید برآمدے میں تھہر گیا۔ فریدی تھوڑے ہی

فاصلہ پر کسی مسافر سے باتیں کر رہا تھا۔

بوہیما کا بادشاہ ٹرک سے کپڑے نکال کر غسل خانے کی طرف چلا گیا۔ پورا زیانہ ایک آرام

کر سی پر آنکھیں بند کئے ہوئے لئی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ ان دونوں میں سر موافق نہیں۔ وہی قد وہی چال ڈھال، کچھ بالوں کی رنگت گہری تھی لیکن اس فرق کو بھی وہی محسوس کر سکتے تھے جنہوں نے دونوں کو قریب سے دیکھا ہوا اور اس فرق پر خاص طور پر دھیان دیا ہوا۔ پیروں کی بناؤٹ میں بھی تھوڑا سا فرق تھا۔ جولیا کے پیروں کی انکلیاں اس کے پیروں کی انکلیوں سے زیادہ سبک اور نازک تھیں۔ لیکن بورا زیانہ کے پیروں بھی کم صیہن نہیں تھے۔ اس نے گری کی شدت سے عکس آکر اپنے اتنا لگ اتار دیئے تھے اور مرمر سے تراشی ہوئی پنڈلیوں پر بار بار ہاتھ پھیر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا باپ غسل کر کے نکل آیا۔ اب وہ تیاری کرنے لگی۔ حمید برآمدے میں پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بورا زیانہ غسل خانے میں جا پہنچ تھی۔ دھڑا تھوڑی دیر بعد حمید نے ایک جیج سنی۔ فریدی بھی چونکا۔ وہ تیزی سے اس کرے میں داخل ہوا۔

”ایسا بات ہے۔“ اس نے اس کے باپ سے پوچھا، جو غسل خانے کے قریب کھڑا سے مخاطب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اندر سے بورا زیانہ نے کچھ کہا۔ اس پر اس کے باپ نے بھی کچھ کہا، جو فریدی کی سمجھ میں نہ آسکا۔ البتہ اس نے اس کے چہرے پر کسی قسم کی تشویش کے آثار دیکھے۔

”ایسا بات ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”اوہ کوئی بات نہیں..... وہ پھسل کر گر پڑی تھی۔ پوٹ نہیں آئی۔“

تھوڑی دیر بعد بورا زیانہ بھی غسل کر کے باہر نکل آئی۔ اب وہ پہلے سے زیادہ نکھر آئی تھی۔ اس کی گردن کی ایک ہلکی سی سلوٹ میں دوچار بال پھنسنے ہوئے تھے۔ نہ جانے کیوں حمید کے سینے میں کلبلاہت ہونے لگی۔

فریدی اسے آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر گھور رہا تھا۔

”خدائی قسم یہ بورا زیانہ نہیں ہے۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔

”تو اتنی جلدی یہاں!“

”تم نہیں نظر ہو.....!“ فریدی نے کہا اور تیزی سے اٹھ کر دوسری طرف چلا گیا۔ حمید بیٹھا رہا۔ دھڑا اس کی نظریں بورا زیانہ کے پیروں پر پڑیں اور وہ بے اختیار چوک پڑا۔ یہ تو سو قیصہ دی جولیا ہی کے پیر تھے۔ دیسے سبک اور نازک، حمید کو خوبصورت پیروں سے عشق تھا۔ اگر اسے ایک

بار بھی کہیں خوبصورت پیر نظر آ جاتا تو پھر اس کی بناؤت عرصہ تک اس کے ذہن سے چکری رہتی تھی اور پھر جو لیا کے پیر جنہیں اس نے کئی دنوں تک دیکھا تھا کیسے بھول جاتا۔ اس کا دل بڑی شدت سے دھڑکنے لگا۔ وہ قطعی خاموش تھی۔ بوہیما کے بادشاہ نے کئی بار گفتگو کی۔ لیکن وہ صرف نعمت یا اثبات میں سر بلاؤ کر رہ گئی۔ ہونٹی ڈی فرانس کا نمائندہ بھی آگئا تھا۔ اس نے اس کا سامان انہوں انشروع کیا اور پھر وہ تھوڑی دیر بعد چلے گئے۔ حمید بدستور بیٹھا رہا۔ اس کی سمجھی میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ فریدی واپس آیا تو اس کا چہرہ سرخ تھا۔ آنکھیں انگلا رہے ہو رہی تھیں۔ وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ پھر تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔ فریدی پھل خانہ میں دیکھ رہا تھا۔

”وہ فرش پر پھسل کر گری نہیں تھی۔“ فریدی آہتہ سے بڑا بولایا۔ ”یہ دیکھو کسی مرد کے پیر کے نشانات بالکل تازہ ہیں اور یہ.... اوہ.... خون.... کی یونہ بخدا دہ اسے لے گئے۔“ فریدی نے دوسرے دروازے کو دھکا دیا۔ یہ ایک دوسرا کمرہ تھا، جو باہر سے بند تھا۔ اس نے نیچے جگ کر کوئی چیز انھائی۔ یہ سر میں لگانے کا کلپ تھا۔ چکدار ٹال بیلس لگے ہونے کی وجہ سے قدموں کے نشانات نہیں مل سکے۔ البتہ یہاں بھی کئی جگہ خون کی یونہیں ملیں۔ سامنے ایک دروازہ تھا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی۔ سامنے کی دیوار نوٹی ہوئی تھی۔ باہر کی روشنی اندر آرہی تھی۔ یہ کمرہ دیوار نوٹے سے پہلے بالکل تاریک رہا ہو گا کیونکہ اس میں کوئی روشن دان بھی نہیں تھا۔ یہاں پرانا اور نوٹا پھوٹا فرنچر بھرا ہوا تھا۔ فریدی تیزی سے آگے بڑھا اور دیوار کے خلاف سے باہر نکل گیا۔ حمید بھی اس کے ساتھ ہی بڑھا۔

”دوسری چوت....!“ فریدی آہتہ سے بڑا بولایا۔ ”یہاں بھی خون ہے۔“ اس نے زمین کی طرف اشارہ کیا۔ ”اور کسی کار کے پہیوں کے نشانات! وہ لوگ اسے ادھر ہی سے لے گئے۔“ سامنے دور تک جگل کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور وہ ہوائی لٹوے کی عمارت کی پشت پر کھڑے تھے۔ پھر انہوں نے کار کے پہیوں کے نشانات پر چلانا شروع کر دیا۔



”مجھے اس وقت خود اپنی ذات سے نفرت محسوس ہو رہی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن جو رازیانہ کا بابا پا سے پہچان ہی لے گا۔“ حمید نے کہا۔

"ناممکن قطعی ناممکن۔" فریدی نے کہا۔

"جو لیا کے پروں کی بناوٹ بورازیانہ کے پروں سے بالکل مختلف ہے۔" حمید نے کہا۔
"اس چیز نے تو مجھے بھی اتنی جلدی اس تجھے پر پہنچنے پر مجبور کر دیا تھا۔" فریدی نے کہا۔
"لیکن کوئی باپ بیٹی کے پروں کو اس طرح نہیں دیکھتا جس طرح تم دیکھتے ہو۔ تمہارے دیکھنے
میں جنسیت کو دخل ہے۔ اسی لئے تم اسے اہمیت دیتے ہو۔۔۔ اور پھر اس نے اسے اس بات کا
موقع ہی کب دیا ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے میرے جانے کے بعد فوراً اسٹائل گ پہن لئے
ہوں گے۔"

"پہن تو لئے تھے۔" حمید فکر مندانہ لمحے میں بولا۔ "محض تو بورازیانہ کا باپ بھی نقلی ہی
معلوم ہوتا ہے۔"

فریدی پھر جھک کر زمین کی طرف دیکھنے لگا۔ شاید ایک پہنے میں ہو اکم تھی۔ وہ آہستہ سے
بڑھ لیا۔ "یہ نشان دیکھو۔"

"ہاں معلوم تو ہی ہوتا ہے۔" حمید نے کہا۔
"کچھ دور چل کر سیاہ اور پختہ سرزک شروع ہو گئی۔"

"اگر وہ سرزک پر نکل گئے ہیں تب تو یہاں آنا ہی بے سور رہ۔" حمید نے متاخرانہ لمحے میں کہا۔
فریدی زمین پر پیٹھ کر سرزک کو انگلی سے ٹوٹ لئے لگا۔ "قطعی بے سور نہیں رہ۔ حمید
صاحب۔" وہ سرزک کے پار اور اور اور دیکھتا ہوا بولा۔ "وہ سرزک پر ہی ہو لئے ہیں کیونکہ دوسری
طرف نشانات نہیں۔ دن بھر کی تیز دھوپ میں سرزک کا کوئا رپھل کر نرم ہو گیا ہے۔" فریدی
نے کہا۔

"تو آپ سرزک پر نشانات ڈھونڈیں گے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔ "اس طرح تو آپ کو
سینکڑوں نشانات مل جائیں گے۔"

"یہ نہ بھولو کہ مطلوبہ موڑ کے ایک پہنے میں ہو اکم تھی اور شانکدہ پچھلا پہنہ تھا۔ اس نے
خاص قسم کا نشان ڈالا تھا۔ میرے خیال سے اس میں اتنی ہو اکم تھی کہ اس کا رقم زمین سے لگ رہا
تھا۔" فریدی جھک کر دیکھنے لگا۔

حمد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"موڑیہاں سے مڑی ہے۔ اچھا اس نشان کو دیکھو۔ ان دونوں میں کچھ فرق معلوم ہوتا ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"یہ نشان اسی پیٹے کا ہے جس میں ہوا کم تھی۔ بس چپ چاپ چلے آؤ.... خواہ وہ ہو نولوں تک ہی کیوں نہ لے جائے۔"

"اس طرح کب تک چلتے رہیں گے۔" حمید منہ بنا کر بولا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو زیادہ دور تک نہ جانا پڑے گا۔" فریدی نے کہا۔ تھوڑی دور چلتے کے بعد وہ لوگ مکمل جنگلات کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں سے فریدی نے کسی کو فون کیا۔

"کس سے بات کی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ڈی۔ آئی۔ جی صاحب سے۔"

"اس کیس کے متعلق....!" حمید نے پوچھا۔

"ہاں.... وہ توفاہ ملنے کے بعد ہی میں نے ان سے اپنے شے کا اظہار کر دیا تھا اور اس وقت میں نے انہیں نئے لیکن متوقع خلاۓ کی خبر دے دی ہے۔ چوکی سے نکل کر وہ پھر نشانات پر چل پڑے۔ اب بھی کچھ کچھ دھوپ باقی تھی لیکن اس میں سرفہ پیدا ہو چکی تھی۔

"اب اندر ہے میں کہاں بھکھتے پھریں گے۔" حمید نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میرے مینٹل میں ایک چھوٹی سی تاریخ پڑی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اگر مقابلہ کی توبت آگئی تو۔"

"مقابلہ کریں گے۔" فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔

"زیو اور....؟" حمید بولا۔

"وہ بھی موجود ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "مجھے تو پہلے ہی سے کہا تھا کہ ہوائی اڈے پر ہی کوئی نہ کوئی واردات ضرور ہو جائے گی۔"

"وجہ....؟" حمید بولا۔

"بومیکیاگی بجائے قاہرہ سے ہدایات کا موصول ہونا۔"

"آپ وہی ایک لکیر پیٹر ہے ہیں۔" حمید نے اکتا کر کہا۔

"وہ سب سے زیادہ اہم ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ٹھہر و...." وہ پھر زمین پر جھک گیا۔

”یہاں سے کاریا لاری اور چکے راستے پر مل گئی۔“ اس نے سر انھائے بغیر کہا اور پھر سید حاکم ہو گیا۔ ”حمد صاحب میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ اس علاقے میں صرف دو عمارتیں ہیں۔ ایک تو محکمہ جنگلات کی چوکی اور دوسری یہاں سے تین میل کے فاصلے پر۔“ فریدی نے کچھ راستے کی طرف ہاتھ انھیلایا۔ ”دوسری عمارت بالکل ویران مقام پر ہے۔ جنگ کے زمانے میں وہ فوجی رسد گاہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی اور اب شاید ویران پڑی ہے۔ میرے خیال سے اسے کسی تعاقدار نے خرید لیا تھا اب وہاں کیا ہے، یہ میں نہیں جانتا۔“

”تو آپ نے پہلے ہی وہاں پر چھاپے کیوں نہیں مارا۔“

”کہہ تو رہا ہوں کہ وہ محض اندازہ تھا۔ لیکن اس وقت یقین آگیا ہے اور یو نبی خواہ مخواہ چھاپے مار کر کیا کرتا۔ اب اگر بورا زیانہ وہاں پے برآمد ہو جاتی ہے تو سارا کام بن جائے گا۔ پہلے میرے پاس ان کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں تھا اور اب دونوں ہم شکلوں کی موجودگی میں مجھے ان کے خلاف جرم ثابت کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو گی۔“ وہ کچھ راستے پر چل پڑے تھے۔

”ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو یا کے بال۔“ حمید نے کہا۔

”بالوں کی رنگت...!“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”صاحب زادے ہلکے سختی رنگ کے خساب کے ذریعہ یہ دشواری بھی حل کی جاسکتی ہے۔ جو لیانے بورا زیانہ کے بالوں کے رنگ کا خساب لگا رکھا تھا۔“ دونوں پھر خاموش ہو گئے۔ کچکپاتی ہوئی دھونپ اوپنچے درختوں کی چوٹیوں پر آہستہ آہستہ رینگ رہی تھی اور جنگل انواع و اقسام کے شور سے گونجا ہوا تھا۔ کچھ راستے کے دونوں طرف سختی جہازیوں میں جیچلکروں نے اپنی ریس ریس، میں میں شروع کر دی تھی۔ وہ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ انہیں کسی کار کی آواز سنائی دی۔ دونوں جہازیوں میں گھس گئے۔ چند لمحوں کے بعد ایک کار گرد اڑاٹی ہوئی تیزی سے گزر گئی۔

”تم نے دیکھا...؟“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔

”بھلا اتنی بڑی چیز کیسے نہ دیکھتا۔ اگر اندر ہا بھی ہوتا تو کم از کم آواز تو سن ہی لیتا۔ کار پر کون تھا؟ میں غور نہیں کر سکا۔“

”جمشید تھا...!“

”وہی اس کیفے کا مالک...؟!“

”ہاں اچھا باب آولوٹ چلیں۔“ فریدی نے کہا اور جهاڑیوں سے نکل آیا۔ وہ جھکا ہوا زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر سر اٹھا کر بولا۔

”بھی کار تھی یہ نشان دیکھو۔ مگر شاید واپسی کے لئے بھی اسے جلدی ہی تھی۔ جبھی تو اس نے چھکھنی ہوا نہیں بھری تھی۔“ وہ دونوں پھر سڑک کی طرف واپس جا رہے تھے۔

”کیوں؟ کیا معاملہ کل پر چھوڑ دینے کا ارادہ ہے۔“ حمید نے کہا۔

”نہیں ابھی اور اسی وقت ورنہ بور ازیانہ نہ جانے کہاں جا پہنچے۔“ فریدی نے جواب دیا۔

”تو کہاں چلے؟“

”ڈی۔ آئی۔ جی کو فون کروں گا۔ اب اس معاملہ کو جلد از جلد ختم کر دینا چاہئے ورنہ میرے دماغ کی گس پھٹ جائیں گی۔“

”فکر نہ کیجئے۔“ حمید طنزی بھیجے میں بولا۔ ”ڈاکٹر ضر غام بڑا اچھا سرجن ہے۔“

”فکر کس بات کی اس کی مدد کے بغیر بھی تمہارے ساتھ شادی کریں نہ سکوں گا۔“

”آخر اس سلسلے میں کئی بار آپ کی خدمت میں ہمدرد دو اخانے کا لثر پچڑیں کر چکا ہوں۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔

”اس حتم کے بر جتہ جواب پسند آتے ہیں۔“ فریدی اس کی پیٹھ پر گھونسہ جما کر بولا۔ وہ ملک جنگلات کی چوکی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ فریدی نے پھر اندر جا کر فون کیا اور واپس آگیا۔

”مکوئی خاص انتقام...!“ حمید نے پوچھا۔

”نہیں صرف پندرہ آدمی۔“

”صرف پندرہ کیوں؟“ حمید نے کہا۔ ”کیا آپ مجرموں کی صحیح تعداد سے واقف ہیں۔“

”نہیں! لیکن وہ عمارت میری دیکھی ہوئی ہے۔ اس کی پھوپھش اسکی ہے کہ اگر سیلے سے حملہ کیا جائے تو پندرہ ہی کافی ہوں گے۔ زیادہ بھیڑ بھاڑ سے کیا فائدہ۔“

اندھیرا بھیل پکا تھا۔ نو دس بجے سے قبل چاندنی کی توقع بھی نہیں تھی۔ انہوں نے چوکی کے قریب ہی ایک گھنادرخت منتخب کیا اور اس پر چڑھ گئے۔

”آپ کے ساتھ رہ کر بھی بالکل بندروں کی سی زندگی ہو جاتی ہے۔“

”شکر کرو... بندروں ہی جیسی ہو جاتی ہے۔ ورنہ اس زمانے میں زندگی کہاں ملتی ہے۔“

فریدی نہ کربولا۔

”اگر نینیں سے پچ پڑوں تو قیامت تک کی زندگی کامزہ آجائے۔“

”اُرے یار... تو اپنی جان کو اتنی اہمیت کیوں دیتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”تیرے مر جانے

سے زندگی تو فنا ہو گی نہیں۔ پھر خوف کس بات کا۔ بس ذرا زندگی کا ایک مظہر کم ہو جائے گا۔“

”لیکن میں زندگی کے دوچار اور مظاہر بنالینے سے پہلے نہیں مرتا چاہتا۔“

”خوش نہیں ہے تمہاری... ورنہ تم میں رکھا ہی کیا ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”خیر چھوڑیے اس بحث کو...!“ حمید آتا کر بولا۔ ”مایوسی کی صورت میں زبانہ دو اخانے

سے ساڑھے تین روپے میں ایک بچہ خرید لوں گا۔“

پھر وہ دونوں کافی دیر تک اوہر اور ہر کی تفسیجی باتیں کرتے رہے۔ حمید کے لئے یہ پہلا

اتفاق نہیں تھا۔ اس نے بارہا فریدی کو ایسے موقعوں پر اوہر اور ہر کی بے شکی باتیں کرتے ساتھا۔

اس کا ہمیشہ یہ قاعدہ تھا کہ وہ مجرموں کے گرد اپنا جاہ بن کر اس طرح مطمئن اور بے تعلق ہو جاتا

تھا جیسے اس نے اکے ہھکڑیاں ہی لگادی ہوں۔ بہر حال ایسی حالت میں حمید کسی سخت اور خطرناک

مقابلے کی توقع ضرور رکھتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انہیں سڑک پر ایک کار دکھائی دی جس کے اندر

کسی نے دیا سلامی جلا کر سگریٹ سلاکی اور اس کی روشنی میں اس کا دھنڈ لاسا چہرہ دکھائی دیا۔

”بچا...!“ فریدی آہستہ سے بولا۔

”نہیں...!“

”ڈاکٹر ضرغام...!“

پھر حمید نے کار کو کچے راستے پر مرتے دیکھا۔ تھوڑی دیر تک سائلے میں انجمن کی آواز سنائی

دیتی رہی۔ پھر سکوت طاری ہو گیا۔ بہت دور کی جھاڑیوں میں کار کی لاپتھن کا عکس کبھی کبھی چک

اٹھتا تھا۔

”چلو یہ بھی بڑا اچھا ہوا۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ وہ بھی نینیں ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ جمیش اسے اپنی کامیابی کی اطلاع دینے لگا تھا۔“ حمید بولا۔ تھوڑی دیر تک

خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔ ”ابھی تک وہ نہیں آئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ضرغام کی

موجودگی ہی میں ان پر حملہ کر دیا جائے۔ ”جمید سوچ میں پڑ گیا تھا۔ اس گروہ کی طاقت کا حال اس پر اچھی طرح ظاہر تھا۔ اس کے افراد چالاک بھی تھے اور دلیر بھی۔ دن دہازے ہوانی اٹھے سے کسی کو اغوا کر کے لے جانا آسان کام نہیں تھا اور ان غوا بھی کیسا۔ ایک شکل کو دوسرا سے ہم شکل سے بدنا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جگہ سراغِ رسانی کا ایک آفیسر ان کے کرتوت سے واقف ہو چکا ہے۔ ایسے آدمیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف پندرہ آدمی؟

وھا اس کی نظر فریدی کی طرف اٹھ گئی، جو اپنی چھوٹی سی نارج روشن کر کے ہلا رہا تھا۔ پھر اسے نیچے کچھ دور پر ایک دوسری نارج دکھائی دی۔

”اڑ چلو....!“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ ”وہ آگئے۔“

پھر تھوڑی دیر بعد سترہ آدمیوں کی پارٹی گھنٹے جنگل میں گھس رہی تھی۔

فریدی نے مختصر راستہ اختیار کیا تھا اور بے دھڑک جہازیوں میں گھستا پھر رہا تھا۔ نارج استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ گھنٹے اپنی یاد داشت کے سبارے اندر جیرے میں اس پر اسرارِ عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹے کی جدوں جہد کے بعد وہ لوگ منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ عمارت کافی طویل و عریض تھی اور اس کی بند کھڑکیوں کے دھنڈے شیشوں سے روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ فریدی نے دو دو تین تین آدمیوں کو جہازیوں میں چھپانا شروع کر دیا۔ ترتیب کچھ ایسی تھی کہ پوری عمارت چاروں طرف سے گھر گئی۔ پھر وہ انہیں ضروری ہدایات دے کر عمارت کی پشت پر آیا۔ چاروں طرف گہر اسناٹا تھا۔ اکثر عمارت کے اندر سے قہقہیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

”جمید۔“ اس نے آہتہ سے کہا۔ ”اوپر چلنا ہے۔ یہ لوریو اور اور کار توں....!“

”اوپر.... لیکن کیسے؟“

”یہ درخت دیکھ رہے ہو۔ اس کی ایک شاخ چھٹ پر جگلی ہوئی ہے۔“

جمید نے ایک گہری سانس لی اور درخت کی طرف بڑھنے لگا۔ دوسرے لمحے میں وہ درخت پر چڑھ رہا تھا۔ فریدی بھی اس کے بعد چڑھنے لگا۔ دونوں بے آسانی چھٹ پر اتر گئے۔ چھٹ بالکل سپاٹ تھی۔ البتہ نچلے صحن کے چاروں طرف دو دو فٹ اوپنچی دیواریں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں ریگنے ہوئے دیوار کے قریب آئے۔ صحن میں جھانک کر دیکھا۔ وسیع صحن میں چاروں

طرف چھوٹی چھوٹی میزیں پہنچی ہوئی تھیں جن میں چار چار کی ٹولیوں میں بیتیں آدمی بیٹھے ہوئے شراب یا کافی پی رہے تھے۔ ڈاکٹر ضر غام ٹہل رہا تھا۔ ایک آرام کر سی پر یور ازیانہ پڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر بے چارگی کے اثرات پھیلے ہوئے تھے۔ ضر غام بار بار رک کر اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔

دھنٹا فریدی نے ایک ہوائی فائر کیا جس کے جواب میں محاصرہ کرنے والوں نے بھی عمارت پر باڑھ مار دی۔ کھڑکیوں کے شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ ”ڈاکٹر ضر غام....!“ فریدی اپر سے چینا۔ ”تم ہار گئے۔ چپ چاپ خود کو ہمارے حوالے کر دو۔“

یک بیک اندر سے تین چار فائر ہوئے اور ٹھنڈن میں لگے ہوئے یہ پچھنا پور ہو گئے۔ پھر ایک طویل کرب ناک اور بندرنج مضمحل ہوتی ہوئی چیخ سنائی دی۔ کسی عورت کی چیخ، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اس کے سینے میں خبر اتنا دیا ہو۔ فریدی نے اندھادھنڈ فائر کرنے شروع کر دیئے۔ حمید بھی بڑی مستعدی سے اندھیرے میں فائر گنگ کر رہا تھا اور اب یچے سے بھی فائر ہونے شروع ہو گئے۔ اندر شاہک درج مردوں نے بھی اپنی رانفلیں سنjal لی تھیں۔ کبھی کبھی ایک آدھ چیخ بھی سنائی دے جاتی تھی۔ یچے دروازوں اور کھڑکیوں کے ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ شاید فریدی کے ساتھیوں نے دروازوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ فریدی آہستہ آہستہ یچے جانے والے زینتوں کی طرف ریگنے لگا۔

”یہ خطرناک ہے۔“ حمید آہستہ سے بولا۔

”فکر مت کرو۔... تم اپنی جگہ پر مستعد رہو اور فائر گنگ جاری رکھو۔“

پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے حمید کی نظروں سے غائب ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اندر بہت ہی شدید ٹھم کی جگہ چھڑ گئی ہو۔ پے در پے چھین سنائی دے رہی تھیں۔ شاید باہر کے لوگ بھی اندر کھس گئے تھے۔ دھنٹا اس نے فریدی کی آواز سنی جو چیخ کر کہہ رہا تھا ”اوپر اپنا آدمی ہے۔“ حمید بھی ریگن کر زینے کے قریب آگیا۔ اسے ذر تھا کہ کہیں اس کی گوئی اس کے کسی ساتھی کو نہ لگ چائے۔

متواتر دیکھنے لگ ک گولیاں چلتی رہیں۔ پھر بیک بیک سنانا چھا گیا۔ البتہ چھیننے اور کراہنے کی

آوازیں ابھی تک سنائی دے رہی تھیں۔ دفعتاً صحن میں روشنی دکھائی دی۔ فریدی ہاتھ میں ایک پڑو میکس لیپ لٹکائے ہوئے باہر آیا۔

”حمدہ اگر زندہ ہو تو نیچے آ جاؤ۔“

اس نے نیچے سے آواز دی۔ لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے جیخ نکل گئی۔ بورا زیانہ کی لاش کر سی سے بند ہی ہوئی تھی۔

اس کے سینے میں ایک خبر پیوست تھا اور چہرہ اس قدر بگاڑ دیا گیا تھا کہ خدا کی پنڈ۔ حمید نیچے اتر آیا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ بورا زیانہ کے چہرے کا سارا گوشت کاٹ لیا گیا تھا۔ دوسری طرف صحن کے پختہ فرش پر گویا خون کا دریا بہہ رہا تھا۔ بے شمار لاشیں پڑی ہوئی تھیں، جن میں ان کے ساتھیوں کی بھی لاشیں تھیں۔ کچھ تواب تک سک اور کرلا رہے تھے۔ فریدی تھوڑی دیر تک بورا زیانہ کی لاش کی طرف دیکھتا رہا پھر کروں کی طرف پلت آیا۔ حمید بھی اس کے ساتھ تھا۔ فریدی کے ہونٹ بیٹھنے ہوئے تھے اس کی آنکھیں غم ناک تھیں۔

حمدہ نے ضرغام کو دیکھا جو فرش پر بندھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دکھ رہی تھیں۔

”اس کے گھونے نے میرا پاش پاش کر دیا تھا۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

”لیکن سامنے والی دیوار نے اس کا ہاتھ توڑ دیا۔“ پھر وہ ضرغام کو مجاہد کر کے بولا۔

”میکوں ضرغام.... تم واقعی بہت دلیر ہو اور بہت ذہین بھی، لیکن اسے کیا کیا جائے کہ میرے علاقوں میں سازشیں بہت کم بار آور ہوتی ہیں۔“ ضرغام کچھ نہیں بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ اپنی ہی بوئیاں نوچنے کے متعلق غور کر رہا ہو، پھر وہ برآمدے میں آگئے۔ انکے ساتھیوں میں سے صرف آٹھ زندہ نبچے تھے۔ سترہ مجرم حرast میں آگئے اور ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جو زخمی نہ رہا۔ فریدی کے چہرے پر بھی دو تین خراشیں تھیں جن سے خون رس رہا تھا۔

”آپ کے چوت کس طرح آئی۔“ حمید نے پوچھا۔

”ضرغام کے ناخن۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں تو بہت ہار چکا تھا۔ خدا کی پناہ۔ اتنا طاقت ور آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزراد۔ اگر اس کا ہاتھ نہ توٹتا تو وہ کبھی قایومیں نہ آتا۔ وہ تو کہوں میں پھرتی سے ہٹ گیا اور اس کا گھونسہ دیوار پر پڑا۔... ورنہ خیر.... اف فوہ.... کتنا خون بہر

کیا.... اور وہ بے چاری۔“

وہ رات بھاگ دوڑ میں گزر گئی۔ وہاں سے واپسی پر فریدی ہوٹل ڈی فرانس میں پہنچا۔
بوہیما کے فرماز و اکواس حادثے کی خبر سنائی اور وہ خس کر کہنے لگا۔ ”شاید تم زیادہ پی گئے ہو۔“
اس کی لڑکی جولیا بھی جاگ پڑی تھی اور اس کے روئے پر تو فریدی خون کے گھونٹ پی کر رہا
گیا اور حمید کے سینے میں تو نفر توں کا جوا لا مکھی پھوٹ رہا تھا۔ جولیا نے صرف انہیں پہچانتے سے
انکار کر دیا بلکہ ان کے اس خیال کا مسحکر بھی اڑایا کہ بوہیما کی شہزادی بدلتی گئی ہے۔ اس نے
وہ مکمل دی کہ اگر وہ چپ چاپ چلے نہ جائیں گے تو وہ پولیس کو فون کر دے گی کہ دو شرکتی ان کے
کروڑ میں گھس آئے ہیں۔“

حکمن کی وجہ سے اس وقت فریدی کا ذہن کسی آخری فیصلے پر نہ پہنچ سکا۔ البتہ اداہ ان کی گمراہی
کے لئے دو آدمی چھوڑ کر وہاں سے لوٹ آیا۔

دوسرے دن صحیح ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی اور حمید کو اپنے بیٹگل پر طلب کیا۔
”بھائی اس معاملے کو میں ختم کر دو۔“ ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی سے کہا۔
”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”بورا زیانہ والا معاملہ..... اوپر سے بھی حکم آیا ہے کہ اس مسئلہ پر اب کوئی مزید تحقیق نہ کی
جائے۔ البتہ اگر ضرغام کے خلاف کچھ اور چارج لگائے جائیں تو بہتر ہے۔“

”آخر کیوں....!“ فریدی نے حیرت سے پوچھا۔
”اب یہ نہ پوچھو....!“

”تو یہ خون کا دریا مفت میں بھایا گیا۔ بورا زیانہ کی لاش بھی موجود ہے۔ لیکن اس کی شناخت
نہ ہو سکے گی۔“

”خود اس کے باپ نے اسے پہچانتے سے انکار کر دیا ہے۔“

”لیکن میں ثابت کر دوں گا۔“ فریدی جھلا کر بولا۔

”ہماری حکومت اس کے لئے تیار نہیں۔“ ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

”آپ جانتے ہیں کہ میں کوئی کام اور حورا نہیں چھوڑتا۔“

”وہ تو نمیک ہے۔“

”اگر تمیک ہے تو پھر مجھے یہ معلوم کرنے دیجئے کہ ایک باپ نے اپنی بیٹی کو پہچانتے سے کیوں انکار کر دیا۔ اگر چہرہ بلکار دیا ہے تو کیا ہوا۔ اس کے دوسرے اعضا تو صحیح و سالم ہیں۔“

”بھی اس قصے کو ختم کرو۔ ضرغام کو پچانی پر چڑھانے کے لئے بھی کیا کم ہے کہ اس نے تم خون کے جن میں سے ایک گہم نام لڑکی بھی ہے۔“

”گہم نام لڑکی....؟“ فریدی نے جھینجھلا کر کہا۔ ”میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ بورا زیان ہے۔“

”مجھے یقین ہے۔“

”پھر آخر حکومت کیوں....؟“

”بھی یہ ایک دوسری حکومت کا راز ہے اور دونوں لڑکیاں غیر ملکی تھیں۔ ضرغام نے جن دلیسوں کا خون بھیا ہے اس کے لئے اس پر مقدمہ چالایا جائے گا اور اگر دوران سماعت خود اسی نے سارا راز اگل دیاتا تو....!“

”مقدمہ مکملی عدالت میں نہیں ہو گا۔“

”یہ سراسر ظلم ہے۔ دو الگ الگ ملکوں میں بھی انسان ہی بنتے ہیں اور ان میں سے کسی کی رگوں میں خون کی بجائے پانی نہیں ہوتا۔“

”امورِ مملکت میں ہم دخل انداز نہیں ہو سکتے۔“

”تو خیر.... پھر میرا استھنا آپ کو آفس میں مل جائے گا۔“ فریدی برافروختگی کے عالم میں انشتا ہوا بولا۔

”مجھے اسی کا خدشہ تھا۔“ ذی۔ آئی۔ جی مسکرا کر بولا۔ ”بیٹھ جاؤ۔ حکومت تم جیسے کام کے آدمی کو بھی نہیں چھوڑ سکتی۔ میں اوپر والوں کو تمہاری افتاد طبع سے پہلے ہی آگاہ کر چکا ہوں۔ آخر تم استھنا کیوں دینا چاہیے ہو۔“

”تاکہ آزادی کے ساتھ اس راز کا پتہ لگاسکوں۔“

”میں خود تمہیں بتا سکتا ہوں۔ لیکن رازداری کے وعدے کے ساتھ ہر ساتھ تمہیں یہ وعدہ بھی کرنا پڑے گا کہ تم اس کے بعد استھنا نہیں دو گے۔“

فریدی کچھ دیر خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔

”مجھے منظور ہے۔“

ڈی۔ آئی۔ جی تھوڑی دیر سک پر خیال انداز میں فریدی کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”جو لیا ہی
بوہمیا کے تاج کی سمجھ وارث ہے۔“

”کس طرح...!“ فریدی بے چینی سے پہلو بدلت کر بولا۔

”بورا زیان حیثیت شاہ بوہمیا کی بیٹی نہیں تھی۔ اس نے اسے بیٹی کی طرح پلا تھا۔ جو لیا حیثیت
اس کی بیٹی تھی اور اس کی پروردش ہنگری کے ایک غریب گھرانے میں ہوئی تھی۔ شاہ کو تخت کے
چند دشمنوں کی طرف سے خدش تھا کہ وہ اس کی بیٹی کو زندہ نہیں رہنے دیں گے لہذا اس نے جو لیا
کوشیر خواری ہی کے عالم میں ہنگری بھجوادیا تھا اور اس کی جگہ ایک لاوارث پنجی کو دے دی تھی۔
وہ بھی بورا زیانہ ہی کہلاتی تھی۔ جوان ہو کر وہ بھی اپنی قوم میں بہت مقبول ہو گئی۔ شاہ کو فکر تھی
کہ اب وہ اپنی لڑکی کو کس طرح واپس بلائے۔ اس دوران میں اس کے وہ دشمن بھی ختم ہو چکے تھے
جن کی طرف سے اسے خدشہ تھا۔ وہ اس راز کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا لہذا اس نے سبی تدبیر
سوچی کہ جو لیا کی شکل تبدیل کر کے اسے بورا زیانہ کی شکل میں لایا جائے۔ یہ کام امریکہ میں بھی
آسانی سے ہو سکتا تھا لیکن وہاں اس بات کے پھیلنے کا خطرہ تھا۔ اس دوران میں اس کی نظروں سے
ڈاکٹر ضرغام کا کوئی مضمون گذر اجس میں اس نے اپریشن کے ذریعے شکل تبدیل کرنے کے
امکانات پر بحث کی تھی۔

اس نے اس سلسلہ میں ضرغام سے خط و کتابت کی اور وہ اس پر تیار ہو گیا۔

پروگرام یہ تھا کہ جو لیا کو کچھ بتایا جائے۔ اس کی شکل تبدیل کر کے اسے بورا زیانہ کے
عادت و اطوار اور آداب شاہی سکھائے جائیں۔ جب وہ سب کچھ سیکھ جائے تو اسے اس راز سے
اگاہ کیا جائے۔ ورنہ شروع میں خوشی کے مارے اس کے پاگل ہو جانے کے امکانات بھی ہو سکتے
تھے۔ بورا زیانہ کے متعلق یہ پروگرام تھا کہ اسے جو لیا کی پہلی شکل میں لا کر ہنگری بھجوادیا جائے۔
اسے مار ڈالنے کا رادہ نہیں تھا۔ وہ اگر وہاں کسی سے اس تبدیلی کا ذکر بھی کرتی تو لوگ اسے
پاگل سمجھتے۔ ہنگری والے چینوں نے جو لیا کی پروردش کی تھی شاہی خاندان کے خاص و قادر اور
میں سے تھے کسی سے اس واقعے کا تذکرہ نہ کرتے اور اگر بورا زیانہ انہیں جو لیا کی شکل میں مل جاتی
تو اسے اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرتے اور مشہور کر دیتے کہ کسی اچانک حادثے کی وجہ سے ان
کی لڑکی کا یا تو واقعی دماغ خراب ہو گیا ہے یا پھر وہ اچانک غالب ہو جانے کے باعث بازیافت پر

والدین کے عتاب ڈر سے پاگل بن گئی ہے۔“

فریدی تھیر انداز میں ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”میرا خیال ہے۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”قاهرہ سے رازداری کی استدعا کرنے کا یہ مطلب تھا کہ ضرغام نے شاہ کو جولیا کے غائب ہونے کی خبر بھجوادی تھی لیکن اسے توقع تھی کہ وہ اُسے ڈھونڈنے کا اور اسکے مل جانے پر ہی اس نے اسے مطلع کیا ہو گا۔ مگر وہ تارا سے قاهرہ میں نہ مل سکا ہو گا۔ البتہ دوسرے دن یہاں ڈاکٹر ... م .. نو قاهرہ سے ان کی روائگی کا تارما ہو گا؟“

”قطعی بھی بات تھی۔“ ڈی۔ آئی۔ جی نے سر ہلا کر کہا۔

فریدی پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے سے گھری سوچ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

”ڈاکٹر ضرغام کے دوسرے جرائم کا کیا ہو گا۔“ ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

”اس کے ساتھیوں نے وہ جگہیں بتا دی ہیں۔ اب موثر ڈرائیوروں کی لاشیں برآمد کی جائیں گی۔ بہر حال یہ میری زندگی کی چیلی ٹکست ہے۔“

”ٹکست کیوں ...!“ ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ ”اگر حکومت درمیان میں نہ آجائی تو تم نے سارے عقدے ہی حل کرنے تھے۔“

”جسکے عقدوں سے زیادہ بے گناہوں کی جانوں کا خیال رہتا ہے۔ وہ غریب لڑکی بھی مفت میں ماری گئی اور اتنا خون فضول بہا اور اس لئے کہ مجرم ایک بادشاہ ہے۔“

اس داقعے کے بعد فریدی عرصے تک ٹکلکن رہا۔

کچھ دنوں کے بعد جولیا اپنے باپ کے ساتھ بوسیا ہوا پس چل گئی۔

اپنے دوران قیام میں اس نے کئی بار فریدی سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔

ختم شد